21

ریاض الجنان فی حیاۃ النبی آخر الزمان

حضرت علامہ الحاج المفتی
فیض ملت محمد فیض احمد اویسی رضوی محدث بہاولپور

کتب خانہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ
داتا دربار مارکیٹ لاہور پاکستان
0313-8222336
0321-4716086

ریاض الجنان فی حیاۃ النبی آخرالزمان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اہلِ سنت کا مذہب

اُمت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام باوجود موتِ عادی طاری ہونے کے حیاتِ حقیقی (دنیاوی زندگی کی طرح) کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور ان کے اجسام کریمہ صحیح وسالم رہتے ہیں۔

جیسا کہ ایک صحیح حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الۡاَرۡضِ اَنۡ تَاۡكُلَ اَجۡسَادَ الۡاَنۡبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرۡزَقُ۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب الجمعہ)

بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجسام کو کھائے۔ اسلئے اللہ کا نبی زندہ ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے۔

مگر خوارج کی تحریک جب شروع ہوئی اہل ایمان کے عقائد صحیحہ پر انہوں نے ڈاکہ زنی کی اپنی کتابوں میں لکھا کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرکر مٹی میں مل گئے، (جیسا کہ اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے) صریح گمراہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے یہ کہنا کہ معاذ اللہ میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراءِ محض اور شانِ اقدس میں توہینِ صریح ہے۔ (العیاذ باللہ)

فقیر اویسی غفرلہ نے حیات الانبیاء پر چند کتب تصنیف کی ہیں ان میں بعض عربی

کتب کے تراجم وحواشی بھی لکھے ہیں۔ اس کتاب "ریاض الجنان فی حیاۃ نبی آخرالزمان" میں اہل حق اہلسنت کے دلائل لکھے ہیں۔

آپ زندہ ہیں واللہ' آپ زندہ ہیں واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

اللہ تعالیٰ ہم سب اہل ایمان کو عقائد حقہ پر زندگی گذارنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین بحرمت سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

فقط مدینے کا بھکاری
الفقیر القادری ابی الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

مقدمہ

موت وحیات کیا ہے؟

حیات الانبیاء پر دلائل سے قبل فقیر موت وحیات کا فلسفہ عرض کرتا ہے تا کہ اصل موضوع کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

موت اور حیات کے متعلق علماء اُمت کے اقوال کیا ہیں؟

☆ علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والموت على ما ذهب الكثير من اهل السنة صفة وجودية تضاد الحياة واستدل على وجوديته بتعلق الخلق به وهو لا يتعلق بالعدمى لازلية الاعدام وذهب القدرية وبعض اهل السنة الى انه امر عدمى هو عدم الحيات عماهي من شانه وهو المتبادر الى الذهن والاقرب الى الفهم واجيب عن الاستدال بالأية بان الخلق فيها بمعنى التقدير وهو يتعلق بالعدمى كما يتعلق بالوجودى اوان الموت ليس عدما مطلقا صرفا بل هو عدم شى مخصوص ومثله يتعلق به الخلق والا يجاد بناء على انه اعطاء الوجود ولو للغير دون اعطاء الوجود للشى فى نفسه او ان الخلق بمعنى الانشاء والاثبات دون الايجاد وهو بهذا المعنى يجرى فى العدميات او ان الكلام على تقدير مضاف اى اسباب الموت او ان المراد يخلق الموت والحياة خلق زمان ومدة معينة لهما لايعلمها الا الله فايجاد هما عبارة عن ايجاد زمانهما مجازا ولا يخفى الحال فى

هذه الاحتمالات والموت على ماسمعت والحياة صفة وجودية بلا خلاف وهي مايصح بوجوده الاحساس اومعنى زائد على العلم والقدرة يوجب للموصوف به حالا لم يكن قبله من صحة العلم والقدرة۔

(روح المعانی جلد ۲۹ طبع مصر)

اکثر اہلسنت کے نزدیک موت صفت وجودیہ ہے جو حیات کی ضد ہے۔ اس کے صفت وجودیہ ہونے پر آیت قرآنیہ خلق الموت والحیات سے استدلال کیا گیا۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ ازلیت عدم کی وجہ سے امرِ عدمی کے ساتھ خلق متعلق نہیں ہو سکتی اور قدریہ اور بعض اہلسنت اس طرف گئے ہیں کہ موت امرِ عدمی ہے اور موت کے معنی ہیں قابلِ حیات چیز میں حیات کا نہ ہونا یہی معنی متبادر الی الذہن اور اقرب الی الفہم کے ہیں۔

ان قائلین کی طرف سے آیت سے استدلال کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ یہاں خلق بمعنی تقدیر ہے اور وہ جس طرح امرِ وجودی سے متعلق ہوتی ہے اسی طرح عدمی سے بھی متعلق ہوتی ہے یا یہ کہ موت صرف عدم مطلق نہیں، بلکہ وہ شی مخصوص کا عدم ہے اور اس جیسے عدمی کے ساتھ اس بنا پر خلق متعلق ہو سکتی ہے کہ وہ اعطائے وجود ہے۔ اگرچہ یہ اعطاء فی نفسہ کسی شے کیلئے ہونے کی بجائے غیر ہی کے لیے کیوں نہ ہو۔ بہرحال اعطاء وجود ضرور ہے۔ لہٰذا بایں معنی اس کے ساتھ خلق ایجاد کا متعلق ہونا درست ہوگا یا یہ کہ اس آیت میں خلق ایجاد کے معنی میں نہیں بلکہ انشاء واثبات کے معنی میں ہے اور بایں معنی فعل خلق کا عدمیات میں جاری ہونا صحیح ہے یا یہ کہ کلام تقدیر مضاف پر ہے ای خلق اسباب الموت یعنی موت نہیں بلکہ اسبابِ موت کو پیدا کیا یا یہ کہ اس آیت میں خلق موت وحیات سے موت وحیات کے زمانے اور ان کی مدت معینہ کا پیدا کرنا مراد ہے۔ جسے (ذاتی طور پر) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا ان کی ایجاد مجازی طور پر عبارت ہے ان کے زمانے کی ایجاد سے یہ احتمالات ایسے ہیں جن کا حال اہلِ علم

سے مخفی نہیں۔

حیات کا مفہوم کیا ہے؟

موت کے عدمی اور وجودی ہونے میں اختلافِ اقوال کے بعد اب حیات کا حال سنیئں کہ حیات بغیر کسی خلاف کے صفت وجود یہ ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ جس صفت کے پائے جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے۔ وہ حیات ہے یا ایسے معنی کا نام حیات ہے جس کا وجود علم وقدرت کے وجود پر زائد ہوا اور وہ اپنے موصوف کے لیے صحت علم وقدرت کے ایسے حال کو واجب کر دے جو اس سے پہلے نہ تھا۔

(روح المعانی، ج ۴)

☆ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

والحیاۃ من صفات اللّٰہ تعالٰی وھی صفۃ یستتبعھا العلم والقدرۃ والارادۃ وغیرھا من صفات الکمال وقد استودعھا اللّٰہ تعالٰی فی الممکنات وخلقھا فیھا علی حسب ارادتہ واستعداد اتھا فظھرت فی الممکنات علی مراتب شتی ظھرت فی بعضھا بحیث یستتبع المعرفۃ وفی بعضھا بحیث یستتبع الحس و الحرکۃ الحیوانیۃ المعبر عنھا و عما یقابلھا بقولہ تعالٰی كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ والموت فی کل مرتبۃ من المراتب المذکورۃ عبارۃ عن عدم الحیاۃ او مطلقا اوعدم الحیاۃ عمامن شانہ ان یکون حیا فالتقابل بینھما اما تقابل العدم و الملکۃ اوالا یجاب والسلب فھی صفۃ عدمیۃ وقال بعض العلماء الموت صفۃ وجودیۃ والتقابل بالتضاد فھی کیفیۃ فی الاجسام مانعۃ من العلم و القدرۃ والحس والحرکۃ و نحوھا ...... الخ

(تفسیر مظہری پ ۲۹)

اور حیات اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور وہ ایسی صفت ہے۔ جس کے ساتھ علم وقدرت، ارادہ وغیرہ تمام صفات کمالیہ وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صفت حیات ممکنات میں ودیعت فرمائی اور افراد ممکنات میں اسے اپنے ارادے اور ان کی قابلیتوں کے موافق پیدا کیا۔ چنانچہ وہ صفت حیات ممکنات میں مختلف مراتب پر ظاہر ہوئی۔ بعض میں اس طرح کہ اس کے ساتھ معرفت وابستہ ہے اور بعض میں اس طرح کہ حس و حرکت حیوانیہ اس کے ساتھ مربوط ہے جسے مع اس کے مقابل کے كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ کے ساتھ تعبیر کیا گیا اور موت مراتب مذکورہ میں سے ہر مرتبہ میں عبارت ہے عدم حیات سے، یا مطلقاً عدم سے یا **عدم الحیاۃ عما من شانہ ان یکون حیا** سے۔ پس تقابل ان دونوں کے درمیان یا تقابل عدم والملکہ ہے یا تقابل الایجاب والسلب ہے۔ ان دونوں صورتوں میں موت صفت عدمیہ قرار پائے گی اور بعض علماء نے کہا کہ موت صفت وجودیہ ہے اور ان دونوں کے درمیان تقابل تضاد ہے۔ اس قول پر موت اجسام میں ایسی کیفیت کا نام ہے جو علم وقدرت اور حس وحرکت وغیرہ سے مانع ہو۔

(☆) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مدارک میں فرماتے ہیں:

(والحیٰوۃ) ای ما یصح بوجودہ الاحساس والموت ضدہ و معنیٰ خلق الموت والحیوٰۃ ایجاد ذلك المصحح واعدامہ۔ (تفسیر مدارک جلد ۴)

حیات وہ ہے جس کے پائے جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے اور موت اس کی ضد ہے اور خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مصحح کا ایجاد واعدام فرمایا۔

(☆) امام راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں:

الحیاۃ تستعمل علی اوجہ الاول للقوۃ النامیۃ الثانیۃ للقوۃ الحساسۃ۔ (مفردات امام راغب طبع مصر)

حیات کا استعمال کئی وجہ پر ہے اول قوت نامیہ کے لئے دوم قوت حساسہ کیلئے۔

(☆) امام جلال الدین سیوطی میں فرماتے ہیں:

الحیٰوۃ وھی مابہ الاحساس والموت ضدھا اوعدمہ قولان والخلق علی الثانی بمعنی التقدیر۔(جلالین)

حیات وہ صفت ہے جس کے ساتھ احساس ہو اور موت اس کی ضد ہے یا اس کا عدم یہ دو قول ہیں اور قول ثانی کی بناء پر خلق بمعنی تقدیر ہے۔

(☆) علامہ خازن تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

و قیل ان الموت صفة و جود یة مضا دة للحیاة وقیل الموت عبارة عن زوال القوة الحیوانیة وابانة الروح عن الجسد و ضده الحیاة وھی القوة الحساسة مع و جود الروح فی الجسد و به سمی الحیوان حیوانا۔(تفسیر خازن جلد ۷)

بعض نے کہا کہ موت صفت وجودیہ ہے جو حیات کی ضد ہے اور بعض نے کہا کہ موت قوت حیوانیہ کے زائل ہو جانے اور جسم سے روح کے جدا ہو جانے کا نام ہے۔ اس کی ضد حیات ہے اور حیات ایسی قوت حساسہ کو کہتے ہیں جو عادتاً بدن میں روح کے پائے جانے کے ساتھ پائی جائے اور اسی وجہ سے حیوان کا نام حیوان رکھا گیا ہے۔

ان تمام عبارات واقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آ گئی کہ حیات ایسی صفت کا نام ہے جو علم وقدرت سمع وبصر کا سبب ہو اور موت وہ صفت ہے جو علم وقدرت سمع وبصر سے مانع ہو یا ان امور مخصوصہ کے عدم کا نام موت ہے جن علماء نے ازالہ قوت حیوانیہ اور ابانة الروح عن الجسد (یعنی قوت حیوانیہ کا زائل ہونا اور جسم سے روح کا جدا ہونا) موت کے معنی بیان کئے ہیں۔ ان کے کلام کا مفاد بھی اسی صفت کا انعدام ہے جو علم واحساس قوت وارادہ کی مصحح تسلیم کی جاتی ہے۔ رہا یہ امر کہ روح کا بدن میں ہونا حیات ہے اور بدن سے اس کا مجرد خروج موت ہے تو موت وحیات کی یہ

تعریف آج تک کسی نے نہیں کی پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حیات پر تو یہ تعریف کسی طرح صادق نہیں آ سکتی۔ اس لئے کہ وہ جسم وروح سے پاک ہے۔ اس تقدیر پر حیات النبی کے انکار کے ساتھ حیات الٰہی کا بھی انکار لازم آئے گا...... معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

کائنات میں روح سبب حیات ہو سکتی ہے۔ لیکن اسے نفس حیات کہنا کسی طرح درست نہیں علیٰ ہذا روح کو خالق حیات کہنا بھی باطل محض بلکہ کفر خالص ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے۔ کہ موت وحیات کی تخلیق یا تقدیر محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

ہاں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکنات عالم کے افراد میں علم وادراک، قوت وارادہ حرکت واحساس کی صفت صحیحہ پائے جانے کے لئے ان میں عادۃً روح کا ہونا ضروری ہے کیونکہ روح سبب حیات ہے اور سبب کا بغیر مسبب کے پایا جانا محال عادی ہے۔

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ بدن میں روح کا مجرد دخول اور اس سے مطلق خروج حقیقتاً موت وحیات نہیں حقیقی موت وحیات جسم میں صفت مصححه للعلم و القدرة (او ما یقوم مقامھا) کا ہونا یا نہ ہونا ہے البتہ روح کے اس دخول وخروج کو موت عادی وحیات عادی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور اسے حقیقی موت وحیات کیلئے سبب عادی کہا جا سکتا ہے۔ اسباب وعادات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور خالق وموجد حقیقی اپنی تاثیر وایجاد میں اسباب وعلل کا محتاج نہیں ہوا کرتا۔ اس کی شان یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے۔ اگر وہ چاہے تو عادت کے خلاف بھی کر سکتا ہے اور سبب کے بغیر ہی مسبب کو وجود میں لا سکتا ہے بلکہ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ سبب کے باوجود مسبب کو نہ ہونے دے۔ دیکھئے! مرد وعورت کا وجود اور ان کا اجتماع معہود انسانی پیدائش کا سبب عادی ہے۔ جیسا کہ تمام دنیا کے انسان اسی سبب کے تحت پیدا ہو رہے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے موافق اپنی قدرت کا اظہار چاہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سبب عادی کے بغیر پیدا کر دیا اور حضرت آدم وسیدہ حوا علیہما السلام کی تخلیق بھی اسی سبب معہود کے بغیر

ہوئی۔ پھر یہ حقیقت بھی نا قابل انکار ہے کہ ہزاروں نہیں بلکہ بے شمار مواقع ایسے ہیں کہ جہاں پیدائش انسانی کا سبب معہود موجود ہے۔ لیکن تخلیق انسانی مفقود ہزاروں گھر بے اولاد ملیں گے۔ جہاں میاں بیوی ہزاروں جتن کرنے کے باوجود بھی اولاد کی نعمت سے محروم ہیں تو کیا اس کے باوجود بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ روح کے بغیر تاثیر حیات معاذ اللہ تحت قدرت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ موت وحیات ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ موت عادی، موت حقیقی۔ حیات عادی، حیات حقیقی۔ جسم میں روح کا نہ ہونا یا ہونے کے بعد نکل جانا موت عادی ہے اور جسم میں روح کا موجود ہونا حیاتِ عادی ہے اور جسم میں صفت **مصححه للعلم والقدرة (اوما یقوم مقامها)** کا پایا جانا حیاتِ حقیقی ہے اور اس کا نہ پایا جانا موتِ حقیقی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ کسی جسم میں روح کے بغیر حیات حقیقی پیدا فرما دے اور اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ کسی جسم میں روح کے موجود ہوتے ہوئے حیات حقیقی کو پیدا نہ ہونے دے یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی حکمت کی بناء پر ایسا نہیں کرتا لیکن اگر کرنا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

ازالہ وہم

اس مقام پر یہ شبہ پیدا نہ کیا جائے کہ قبض روح کے باوجود بھی کسی جسم میں علم و ادراک اور قدرت واحساس پایا جائے تو بیک وقت موت وحیات کا اجتماع لازم آئے گا جو باطل ہے کیونکہ فقیر اس کے جواب میں عرض کریگا کہ مجرد قبض روح موت عادی ہے۔ حقیقی نہیں اور قبض روح کے بعد علم وادراک سمع وبصر اور قدرت وتصرف کا پایا جانا حیات حقیقی ہے۔ عادی نہیں۔ موت عادی حیات عادی کے منافی ہے اور حیات حقیقی موت حقیقی کے۔ حقیقی کو عادی کے اور عادی کو حقیقی کے منافی سمجھنا جہالت ہے۔

لہٰذا قبض روح کے ساتھ حیات حقیقی کا پایا جانا بلا شبہ جائز ہے اگر چہ یہ بیان اپنے مقام پر اس قدر پختہ ہے کہ کسی قسم کی تائید وتقویت کا محتاج نہیں۔ لیکن قارئین کرام کے اذہان میں راسخ کرنے کے لئے فقیر بعض شواہد پیش کرتا ہے۔ تاکہ ادنیٰ خفا کا امکان بھی باقی نہ رہے۔

کھجور کے تنے کا فراق نبوی رونا

(☆) بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف کے بننے سے پہلے کھجور کی ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، جب منبر شریف بن گیا تو حضور ﷺ اس لکڑی کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ گر ہوئے وہ لکڑی حضور ﷺ کے فراق میں اس طرح روئی جیسے کسی اونٹنی کا بچہ گم ہو جائے اور وہ دردناک آواز سے روئے۔ ملاحظہ فرمائیے، بخاری شریف میں ہے:

فلما وضع له المنبر سمعنا للجذع مثل اصوات العشار حتى نزل النبي صلى الله عليه وسلم فوضع يده عليه (بخاری جلد اول)

جب حضور ﷺ کے لئے منبر رکھا گیا (اور حضور ﷺ کھجور کے تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ گر ہوئے) تو ہم نے اس لکڑی کی ایسی دردناک آواز سنی جیسے گم کردہ اولاد اونٹنیوں کی غمناک آواز ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف سے اُترے اور اس پر اپنا دست کرم رکھ دیا۔

☆ اسی بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے فرمایا کھجور کا وہ خشک تنا ایسی دردناک آواز سے رویا جسے سن کر قریب تھا کہ ہمارے جگر پھٹ جائیں۔

☆ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں:

وفيه دليل على صحة رسالته وهو حنين الجماد وذالك ان الله تعالى جعل للجذع حياة حن بها۔ (عینی حاشیہ بخاری)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی صحت رسالت کی دلیل ہے اور وہ جسم بے جان کا (جانداروں کی طرح) رونا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کھجور کی خشک بے جان لکڑی میں ایسی حیات پیدا کر دی جس کی وجہ سے وہ غمناک آواز کے ساتھ روئی۔

جماد غیر ذی روح کو کہتے ہیں۔ اس کے رونے کو علامہ عینی شارح بخاری نے اس کی حیات قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ بغیر روح کے حیات ممکن ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل و تحقیق کے لیے فقیر کی تصانیف ''استونا حنانہ'' اور شرح مثنوی ومعنوی'' کا مطالعہ کریں۔

تینوں بھائیوں کا مرنے کے بعد کلام کرنا؟

(☆) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم کی شرح میں ربعی، ربیع، مسعود تینوں بھائیوں کے مرنے کے بعد ہنسنا اور کلام کرنا حسب ذیل عبارت میں بیان فرمایا ہے:

وهو ربعی بن حراش بن جحش العسبی بالموحدة الكوفی ابو مريم اخو مسعود الذی تكلم بعد الموت و اخوهما ربيع و ربعی تابعی كبير جليل لم يكذب قط و حلف انه لا يضحك حتى يعلم اين مصيره فما ضحك الا بعد موته و كذالك حلف اخوه ربيع ان لا يضحك حتى يعلم افی الجنة هو اوفی النار قال غاسله فما زال متبسما علی سريره و نحن نغسله حتى فرغنا۔ (شرح مقدمہ صحیح مسلم جلد اول)

ترجمہ: اور وہ ربعی بن حراش بن جحش ہیں۔ ان کی کنیت ابو مریم ہے۔ یہ مسعود کے بھائی ہیں۔ جنہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا اور ان دونوں (ربعی اور مسعود) کے بھائی ربیع ہیں۔ ربعی جلیل القدر تابعی ہیں جنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک انہیں اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو جائے وہ نہ ہنسیں گے۔ چنانچہ وہ موت کے بعد ہی ہنسے اسی طرح ان کے بھائی ربیع نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں

ہنسیں گے جب تک کہ انہیں اپنے جنتی یا دوزخی ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ ان کی لاش کو غسل دینے والے نے کہا کہ ربیع ہمارے غسل دینے کے اثناء میں اپنے سریر پر برابر ہنستے رہے۔ یہاں تک کہ ہم ان کے غسل سے فارغ ہوئے۔

(☆) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابو نعیم و بیہقی ربعی بن حراش کی ایک روایت نقل فرمائی ہے، جس میں انہوں نے اپنے بھائی ربیع بن حراش کے مرنے کے بعد ان کے کلام کرنے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ روایت حسب ذیل ہے:

و اخرج ابو نعيم عن ربعی قال كنا اربعة اخوة و كان ربيع اخی اكثرنا صلوٰة و اكثرنا صياما و انه توفی فبينا نحن حوله اذ كشف الثوب عن وجهه فقال السلام عليكم فقلنا وعليكم السلام ابعد الموت؟ قال نعم انی لقيت ربی بعد كم فلقيت ربا غير غضبان فاستقبلنی بروح وريحان و استبرق الاوان ابالقاسم ينتظر الصلوٰة علی فعجلو ابی ولا توخروانی ثم طفی فنحی الحديث الی عائشة رضی الله عنها فقالت اما انی سمعت رسول الله صلیٰ الله عليه و آله وسلم يقول يتكلم رجل من امتی بعد الموت قال ابو نعيم حديث مشهور واخرج البيهقی فی الدلائل وقال صحيح لاشك فی صحته۔

(شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور مطبوعه مصر)

امام ابو نعیم نے ربعی سے روایت کیا ہے ربعی فرماتے ہیں ہم چار بھائی تھے اور میرا بھائی ربیع ہم سب میں زیادہ نماز روزہ کی کثرت کرنے والا تھا۔ اس کی وفات ہو گئی۔ اس کے مرنے کے بعد ہم سب اس کے آس پاس بیٹھے تھے۔ یکدم اس نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا دیا اور السلام علیکم کہا ہم نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا اور کہا کہ موت کے بعد کلام؟ اس نے کہا کہ ہاں موت کے بعد میں نے اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ غضبناک نہیں تھا۔ میرے رب نے اعلیٰ درجہ کی نعمتوں اور ریشمی لباس

کے عطیہ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ خبردار ہو جاؤ کہ بے شک ابوالقاسم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مجھ پر نماز پڑھنے کا انتظار فرما رہے ہیں۔ تم میرا جنازہ جلدی لے کر چلو میرے لیجانے میں دیر نہ کرو۔ پھر سکوت موت کے ساتھ خاموشی اختیار کی۔ انہوں نے حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک پہنچایا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا خبردار بیشک میں نے رسول اللہ سے سنا ہے فرماتے تھے میری امت میں سے ایک آدمی موت کے بعد کلام کرے گا۔ ابونعیم نے کہا یہ مشہور حدیث ہے اور امام بیہقی نے بھی دلائل میں اس کی تخریج کی اور یہ کہا کہ یہ حدیث ایسی صحیح ہے جس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ان تینوں جلیل القدر تابعین کا مرنے کے بعد اثنا غسل میں ہنسنا اور قبل الدفن کلام کرنا روح کے بغیر حیات پائے جانے کی ایسی روشن دلیل ہے جس کا انکار جاہل معاند کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

بعد وصال نبی اکرم ﷺ کا کلام فرمانا

(☆) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود نبی اکرم ﷺ کے قبر انور میں جلوہ گر ہونے کے بعد دفن سے پہلے کلام فرمانے کو نقل کیا ہے۔

مدارج النبوۃ میں ہے:

وبود قثم بن عباس آخر کسے کہ برآمد از قبر و از وے می آرند کہ گفت آخر کسیکہ روئے مبارک آنحضرت را دید در قبر من بودم نظر کردم در قبر کہ آنحضرت علیہ السلام لب ہائے مبارک خود را می جنبانید۔ پس گوش پیش دہان وے داشتم شنیدم کہ می فرمود رب امتی، امتی...... انتہی۔ (مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور)

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما قبر انور سے باہر آنیوالوں میں سب سے آخر تھے۔ ان سے مروی ہے جس نے قبر انور میں رسول اللہ ﷺ کا آخری دیدار کیا وہ میں تھا۔ میں نے قبر انور میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے لب ہائے اقدس کو متحرک

فرما رہے ہیں۔ دہن اقدس کے آگے میں نے اپنے کان لگا دیئے۔ میں نے سنا کہ حضور ﷺ رب امتی امتی فرما رہے تھے۔

اس روایت کے بعد کسی منکر کو یہ کہنے کا موقع نہ رہا کہ قبض روح کے بعد ثبوت حیات کیلئے خاص رسول اللہ ﷺ کے متعلق کوئی دلیل موجود نہیں۔ الحمد للہ! وہ آخری حجت بھی تمام ہوئی۔

روح کے بغیر حیات

روح کے بغیر حیات پائے جانے کا مسئلہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تفصیل سے لکھا۔ اس موقع پر ان کا نمونہ کلام بھی ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ دیکھئے امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد ثبت ان اجساد الانبیاء لا تبلی وعود الروح الی الجسد ثابت فی الصحیح لسائر الموتی فضلا ای نهایة عن الشهداء فضلاعن الانبیاء وانما النظر فی استمرارها فی البدن وفی ان البدن یصیر حیا كحالته فی الدنیا او حیا بدونها وهی حیث شاء الله تعالیٰ فان ملازمة الروح للحیاة امر عادی اجری الله به العادة فیجوز تخلفه (لا عقلی) فیمتنع تخلفه فهذا ای الحیاة بلاروح مما یجوزه العقل فان صح به سمع اتبع وقد ذكره جماعة من العلماء و یشهده صلوة موسیٰ فی قبره كما ثبت فی الصحیح۔ (زرقانی جلد ۵ مطبوعہ مصر)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اجساد انبیاء علیہم السلام بوسیدہ نہیں ہوتے اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں کل اموات کیلئے جسم میں روح کا لوٹنا بھی ثابت ہو چکا ہے۔ چہ جائیکہ شہداء پھر چہ جائیکہ انبیاء کرام علیہم السلام اعادہ روح فی الجسد میں نہیں بلکہ ہماری نظر تو صرف اس بات میں ہے کہ اعادہ کے بعد ارواح اجسام کریمہ میں ہمیشہ اور مستقل

رہتی ہیں اور اس بات میں کہ بدن مبارک حیات دنیا کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ یا ارواح کے بغیر ہی زندہ رہتا ہے اور مقدس روحیں وہاں رہتی ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کیونکہ روح وحیات کا آپس میں لازم ملزوم ہونا محض امر عادی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح عادت کو جاری فرمادیا ہے۔ ایسی صورت میں ایک دوسرے کے بغیر ہونا ممکن (بلکہ امر واقع) ہے۔ یہ ملازمہ عقلی نہیں کہ روح وحیات کا ایک دوسرے کے بغیر پایا جانا ممتنع ہو لہٰذا یہ حیات بلا روح ایسے امور سے ہے جنہیں عقل جائز رکھتی ہے۔ اگر کوئی دلیل سمعی اس کے ثبوت میں درجہ صحت کو پہنچ جائے تو ضرور اس کی اتباع کی جائیگی اور دلیل سمعی کو علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا بھی اس دعویٰ کی دلیل ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ (جس کا ذکر تفصیلاً آرہا ہے)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہمارے بیان سابق کی ایسی روشن تائید ہے جسے پڑھ کر کوئی اہل علم اس کی صحت میں تردد نہیں کر سکتے۔

روح کے لئے موت نہیں

اس موضوع پر فقیر کی مستقل کتاب ہے چند حوالہ جات یہاں بھی ملاحظہ ہوں۔

موت وحیات کے بیان میں یہ امر ملحوظ ہے کہ روح کے حق میں موت کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ بدن سے خارج ہو جائے۔ یہ نہیں کہ طریان موت روح کو معدوم کر دے۔ اس لئے کہ موت کے بعد ارواح کا باقی رہنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے شہدا کی حیات کو بیان فرمایا ہے، وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (آل عمران آیت ۱۶۹۔۱۷۰)

روزی پاتے شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

اگر ان کی ارواح معدوم ہو جائیں تو اجسام بھی جماد محض ہو کر رہ جائیں گے۔ ایسی صورت میں ان کو رزق دیا جانا اور ان کا خوش باش رہنا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ۔ (یٰسین ۲۶ تا ۲۷)

(مرنے والے کو عالم برزخ میں) اس سے فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو کہا کسی طرح میری قوم جانتی۔ جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا۔ (کنزالایمان)

(ف) یہ تو شہداء اور مومنین کے بارے میں ارشاد خداوندی تھا۔ اب کفار کے حق میں ملاحظہ فرمائیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ (اعراف آیت ۴۰)

وہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں جب تک سوئی کے ناکے اونٹ داخل نہ ہو اور مجرموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (کنزالایمان)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مجرمین کی ارواح بھی موت کے بعد فنا نہیں ہوتیں بلکہ آسمانوں پر لے جائے جانے کے بعد انتہائی ذلت سے واپس آتی ہیں اور اپنے جرائم کا بدلہ پاتی ہیں اور احادیث تو اس مسئلہ میں بے شمار ہیں۔

ازالہ وہم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (ابتداء امر میں) جب سماع موتی کا

انکار کیا تھا تو ارواح کے علم کا انکار نہیں فرمایا چنانچہ بخاری شریف میں ان کی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

وقالت انما قال انهم الان ليعلمون انما كنت اقول لهم حق

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف اتنی بات ارشاد فرمائی تھی کہ مقتولین بدراب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا۔ وہ حق ہے۔

اس کے علاوہ احادیث صحیحہ کثیرہ جن میں مرنے کے بعد تنعیم وتعذیب کا بیان وارد ہے سب اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ مرنے کے بعد اروح معدوم نہیں ہوتیں بلکہ علم وادراک، سمع وبصر قول وعمل کے ساتھ متصف ہو کر موجود رہتی ہیں۔

روح کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل ۸۵)

اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

سوال کرنے والے کون تھے؟

روح کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے والے یہودی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بھی روح کا علم قلیل ثابت فرمایا۔ جب یہودیوں کیلئے روح کے مسئلہ میں علم قلیل ثابت ہے تو مومنین بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ کیلئے تو یقیناً اس علم قلیل سے زیادہ علم حاصل ہوگا جس کا یہودیوں کیلئے اثبات کیا گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو سب سے بلند ہے اس لئے سب سے زیادہ روح کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ صحیح ہے کہ بعض علماء نے روح کے بارے میں کچھ کہنے سے توقف کیا ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ

جن لوگوں نے روح کے متعلق کلام کیا انہیں اس بارے میں سائلین عن الروح سے کہیں زیادہ علم حاصل تھا ورنہ وہ اس نازک مسئلہ میں ہرگز کلام نہ فرماتے۔ مختصر یہ کہ اسی علم کی بناء پر جمہور اہلسنت نے روح کی تعریف اس طرح کی ہے:

انها جسم و هؤلاء تنوعوا انواعاً امثلها قول من قال انها اجسام لطيفة مشتبكة بالا جنسام الكثيفة جرى اللّٰه العادة بالحياة مع مقامها وهو مذهب جمهور اهل السنة والى ذالك يشير قول الاشعرى والعلامة الباقلانى وامام الحرمين وغيرهم ويوافقهم قول كثير من قدماء الفلاسفة و منهم من قال انها عرض خاص ولم يعينه ۔ و منهم من عينه و منهم من قال انها جو هر فرد متحيزة۔۔۔۔۔ واتفق الاطباء على ان فى بدن الانسان ثلثة ارواح روح طبيعى ۔۔۔ و روح حيوانى۔۔۔ و روح نفسانى۔۔۔ ولم يتكلمو فى النفس الناطقة الخاصة بالانسان التى هى غرضنا هنا۔ (شفاء السقام مطبوعہ مصر)

کہ وہ (روح) جسم ہے۔ پھر انہوں نے جسم کہہ کر بھی کئی قسم کے قول کئے۔ سب سے بہتر قول یہ ہے کہ روحیں اجسام لطیفہ ہیں جو اجسام کثیفہ پر چھائی ہوئی ہیں ان کے قیام مع البدن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حیات پائے جانے کی ایک عادت جاریہ مقرر فرمادی ہے۔ یہ جمہور اہلسنّت کا مذہب ہے۔ امام اشعری علامہ باقلانی اور امام الحرمین وغیرہم کا قول اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ عرض خاص ہے۔ اس قائل نے اسے متعین نہیں کیا۔ بعض نے اس کی تعیین بھی کی ہے۔

بعض نے کہا، وہ جو ہر فرد متحیزہ ہے اور اطبّا کا اتفاق اس امر پر ہے کہ بدن انسان میں تین روح ہیں۔ روح طبعی، روح حیوانی، روح نفسانی اور نفس ناطقہ خاصہ بالانسان کے بارے میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا، جس کے ساتھ اس مقام پر ہماری غرض وابستہ ہے۔ (شفاء السقام)

روح کے متعلق مزید تفصیلات کے لیے فقیر کی تصنیف "روح کیا ہے؟" کا مطالعہ کریں مطبوعہ موجود ہے

حقیقت انسان

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفاء السقام میں فرماتے ہیں، والانسان فيه امران، جسد و نفس۔

انسان میں دو چیزیں ہیں، (☆) جسم (☆) اور روح۔

فاضل محشی نے اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

(قوله فيه امران) قال السبكي للسيد الصفوى هنا تحقيق في مسئلة المعاد فليراجع وعبارته الانسان هو مجموع الجسد والروح وما فيه من المعاني فان الجسد الفارغ من الروح والمعاني تسمى شجا وجثة لا انساناً وكذا الروح المجرد لا يسمى انسانا وكذا المعاني المحققة لا تسمى على الانفراد انساناً لا عرفاً ولا عقلاً ه من الاصول المنقول عنها

(قولہ فیہ امران) امام سبکی نے سید صفوی سے فرمایا یہاں مسئلہ معاد میں ایک تحقیق ہے جس کی طرف مراجعت کرنی چاہئے۔ ان کی عبارت یہ ہے کہ انسان جسم و روح اور ان تمام معانی کا مجموعہ ہے۔ جو اس میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جسم جو روح اور اس میں پائے جانے والے معانی سے فارغ ہو اس کا نام شج اور جثہ رکھا جاتا ہے۔ اسے انسان نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح روح مجرد کا نام بھی انسان نہیں اور ایسے ہی اس میں پائے جانے والے معانی کو بھی علی الانفراد از روئے عرف و عقل انسان نہیں کہا جاتا۔

نفس انسانی کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اصل حقيقة النفس الانسانية عندنا انها برزة للنفس الكلية مدبرة للنسمة والنسمة حالة في البدن مدبرة له حاملة للقوى

اصل الاصل الذى به زيد زيد و عمر و عمر و عند التحقيق ليس هى المشخصات بل نحو البرزة الذى به صارت هذه البرزة نفس زيد و تلك نفس عمر و۔۔۔۔اصل معنى الموت انفكاك النسمة عن البدن لا انفكاك النفس عن النسمة فاحفظ

اصل لما كان من خاصية هذه البرزة ان تحل في النسمة نسمة لا يمكن ان تصير مجردة محضة ولكن تتقوم بالنسمة فقط

(فتاویٰ عزیزی، ج اول)

اصل نفس انسانیہ کی حقیقت ہمارے نزدیک یہ ہے کہ وہ نفس کلیہ کے لئے حقیقت لطیفہ کا برزہ یعنی اس کی ایک صورت ہے جو نسمہ جان کیلئے مدبرہ ہے اور نسمہ بدن میں حال ہے اس کے لئے مدبرہ ہے تمام قویٰ کیلئے یہی حاملہ ہے۔

اصل وہ اصل حقیقت جس کی وجہ سے زید فی الواقع زید ہے اور عمرو عمرو ہے عند التحقیق مشخصات نہیں بلکہ برزہ جیسی ایک حقیقت ہے جس کی وجہ سے یہ صورت نفس زید اور یہ صورت نفس عمرو قرار پائی۔ اصل موت کے معنی بدن سے نسمہ کا جدا ہونا ہیں نسمہ کا نسمہ سے جدا ہونا نہیں۔ یاد رکھو! اصل جبکہ اس برزہ کی خاصیت سے یہ بات ہے کہ وہ نسمہ میں حلول کرے تو اس کا مجرد محضہ ہونا ممکن نہیں اس کا تقوم ہمیشہ نسمہ کے ساتھ ہو گا۔

حقیقت انسان یا نفس انسانی کی حقیقت کے بارے میں مختلف عنوانات سے جو اقوال متعددہ پائے جاتے ہیں۔ ان تمام کا احاطہ اور ان پر تبصرہ اس وقت ہمارا مقصود

نہیں۔ ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ علی اختلاف الاقوال جس چیز کو بھی اصل حقیقت قرار دیا جائے۔ وہ بعد الوفات بھی موجود ہے۔ ورنہ کتاب وسنت میں وارد ہونے والے وہ تمام حالات جن کا تعلق انسان اور اس کی حقیقت سے ہے۔ معاذ اللہ خلاف واقع اور کذب محض قرار پائیں گے۔ اس لئے وفات کے بعد روح یا بالفاظ دیگر حقیقت نفس انسانی کا باقی اور موجود رہنا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور وہ حالات جب ہر ایک کے حسب حال ہیں تو بقاء حیات پر روشن دلیل ہوں گے۔

موت وحیات سے متعلق بقیہ ضروری تفصیلات "فقیر کی تصنیف" حیات وموت کی حقیقت" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

سر دست فقیر امور مذکورہ سابقہ میں سے امر اول پر کلام شروع کرتا ہے:

1-انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کا ان کے اجسام عنصری اصلی دنیوی کے ساتھ تعلق ہے، اور اس تعلق کی وجہ سے اجسام دنیویہ عنصریہ اصلیہ کی حیات کا عقیدہ متفق علیہ ہے۔

2-اور یہ حیات ان کو اپنی قبور مبارکہ میں حاصل ہے، اور چونکہ قبر عالم برزخ کا ایک حصہ ہے اس لیئے اس کو حیات برزخی بھی کہا جاتا ہے، اور چونکہ قبر میں وہی اصلی دنیوی جسم زندہ ہے اس لیئے اس حیات کو حیات دنیوی یا اس کے مشابہ یا حسی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

3-اور انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کا عقیدہ قرآن مجید کی آیات شہداء کے دلالت النص اور احادیث مبارکہ کے عبارت النص سے ثابت ہے۔

4-اور خود لفظ نبی کو دیکھ لیا جائے تو وہ بھی حیات فی القبر کا تقاضہ کرتی ہے، کیونکہ وصف نبوت نبی کے لیئے ثابت ہوتا ہے، اور زندہ کے لیئے نہ کہ مردہ کے لیئے لہٰذا جس طرح وہ اپنی دنیوی تکلیفی زندگی میں وصف نبوت کے متصف تھے اسی طرح بعد الموت بھی متصف ہوں گے، جس طرح دنیا کی زندگی میں ان پر ایمان لانا فرض ہے اسی

طرح اب بھی ان پر ایمان لانا فرض ہے، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ان کے حیات فی القبر کو تسلیم کیا جائے۔

5 حیات فی القبر کے اوپر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، اور جمیع امت مسلمہ کا اجماع ہے، اور کسی بھی مسئلہ پر پوری امت کا اجماع واتفاق ہو تو وہ کسی ایک آدمی یا جماعت کے انکار سے نہیں ختم ہو سکتا، بلکہ انکار خود اس اجماع کے انکار کی وجہ سے دائرہ اہل سنت سے دور ہو جاتا ہے۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی الشافعی (۹۴۹/۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قال البيهقي في كتاب الاعتقاد :الأنبياء بعدما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء ، وقال القرطبي في التذكرة في حديث الصعقة نقلا عن شيخه :الموت ليس بعدم محض ، وإنما هو انتقال من حال إلى حال ، ويدل على ذلك أن الشهداء بعد قتلهم وموتهم أحياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الأحياء في الدنيا ، وإذا كان هذا في الشهداء فالأنبياء أحق بذلك وأولى، وقد صح أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء ، وأنه صلى الله عليه وسلم اجتمع بالأنبياء ليلة الإسراء في بيت المقدس وفي السماء ، ورأى موسى قائما يصلي في قبره وأخبر صلى الله عليه وسلم بأنه يرد السلام على كل من يسلم عليه ، إلى غير ذلك مما يحصل من جملته القطع بأن موت الأنبياء إنما هو راجع إلى أن غيبوا عنا بحيث لا ندركهم وإن كانوا موجودين أحياء ، وذلك كالحال في الملائكة فإنهم موجودون أحياء ولا يراهم أحد من نوعنا إلا من خصه الله بكرامته من أوليائه ، انتهى (أنباء الأذكياء في حياة الأنبياء، الحاوي للفتاوي للسيوطي)

ترجمہ: امام بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کی

روحیں وفات کے بعد پھران کی اجسام میں واپس کردی گئیں چنانچہ وہ اپنے رب کے پاس شہیدوں کی طرح زندہ ہیں ۔امام قرطبی نے "تذکرہ "میں حدیث صعقہ کے متعلق اپنے شیخ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "موت عدم محض کونہیں کہتے بلکہ وہ خاص ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ شہید لوگ اپنے قتل وموت کے بعد زندہ رہتے ہیں، روزی دیے جاتے ہیں، ہشاش بشاش رہتے ہیں اور یہ صفت دنیا میں زندوں کی ہے اور جب یہ حال شہداء کا ہے تو انبیاء علیہ السلام بدرجہ اولی اس کے مستحق ہیں ۔یہ بات بھی پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہے کہ زمین انبیاء کرام کے اجسام کونہیں کھاتی، نیز آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں انبیاء سے بیت المقدس اور آسمان پر ملاقات کی اور حضرت موسیٰ کو دیکھا کہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور خود آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جوشخص مجھ پر سلام بھیجے گا، میں اس کو اس کے سلام کا جواب دوں گا" اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں) ۔(ان سب کے مجموعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انبیاء کی موت کا مآل صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب ہیں کہ ہم ان کونہیں پاسکتے گوزندہ وموجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کے جیسا ہے کہ وہ زندہ وموجود ہیں ہم میں سے کوئی ان کونہیں دیکھتا بجز ان اولیاء کرام رحمہم اللہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامات کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں:

حیاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ هو وسائر الأنبیاء معلومة عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الأدلة فی ذلك وتواترت (به) الأخبار ، وقد ألف البیهقی جزءا فی حیاة الأنبیاء فی قبورهم ، فمن الأخبار الدالة علی ذلك

(الحاوی للفتاوی الفتاوی الحدیثیۃ کتاب البعث مبحث النبوات تزیین الآرائک فی إرسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی الملائک أنباء الأذکیاء بحیاۃ الأنبیاء ...۲/۱۳۹)

ترجمہ:- نبی اقدس (ﷺ) کی اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کی قبر میں حیات ہونا ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے، اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس پر دلائل قائم ہیں اور اس مسئلہ پر اور اس مسئلہ پر دلالت کرنے والی روایات ہمارے نزدیک متواتر ہیں

دلیل نمبر 1

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔(البقرہ154)

ترجمہ۔جو اللہ کے رستے میں قتل کردیا جائے اسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے اور تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔

تفسیر

اگر شہید (جو ایک امتی ہے) کو مردہ کہنے سے قرآن نے منع کیا ہے تو انبیاء کا کیا مقام ہوگا۔۔کل نفس ذائقۃ الموت والی آیت برحق ہے، اور شہید کیلئے بھی ہے، شہید بھی یہ ذائقہ چکھتا ہے، لیکن اسکے باوجود قرآن کہتا ہے کہ

"جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ مت سمجھو، وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کی جانب سے انہیں رزق دیا جاتا ہے"

اور دوسری آیت میں ہے کہ

"جو الوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، انہیں مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اسکا شعور نہیں ہے"

قرآن تو یہ کہہ رہا ہے کہ ان لوگوں (شہداء) کو مردہ کہنا تو درکنار انہیں مردہ سمجھنا بھی مت۔۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت، مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا : یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتی کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم

کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں پھر شہداء پھر معمولی مردے۔

(تفسیر بیان القرآن؛ اشرف علی تھانوی ج 1 ص 78)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ الآیہ (السجدہ 23)

ترجمہ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی تھی لہٰذا (اے پیغمبر!) آپ ان سے ملنے کے بارے میں شک میں نہ رہو۔

تفسیر: امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ مُوْسٰی بْنَ عِمْرَانَ وَرَاَیْتُ عِیْسٰی بْنَ مَرْیَمَ وَرَاَیْتُ مَالِكًا خَازِنَ جَهَنَّمَ وَالدَّجَّالَ فِیْ اٰیَاتٍ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِیَّاهُ قَالَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ، فَكَانَ قَتَادَةُ یُفَسِّرُهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ لَقِیَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامِ۔ (تفسیر الدر المنثور؛ امام سیوطی ج 5 ص 343)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کی رات موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا اور جہنم کے داروغہ مالک اور دجال کو دیکھا چند نشانیوں میں جو اللہ نے انہیں دکھائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں شک میں نہ رہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر یہ فرماتے تھے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

انما انا قاسم واللہ یعطی

(بخاری شریف، ج 1، ص 16)

اللہ تعالیٰ مجھے دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

علماء کرام فرماتے ہیں یہ حدیث پاک مطلق تقسیم کرنے کے حوالے سے ہے۔ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ جب تک میں حیات ظاہری کے ساتھ زندہ ہوں تو تقسیم کرنے والا ہوں بلکہ حیات برزخی یعنی روحانی طور پر تقسیم بھی میں کرتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ واللہ یعطی اللہ تعالیٰ دیتا ہے کیا کیا دیتا ہے بیان نہیں کیا، چونکہ ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جو چیز بھی کسی کو دیتا ہے تو بدست مصطفی ﷺ عطا کرتا ہے۔

جب یہ معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ تقسیم کرنے والے ہیں تو تقسیم کرنے والے کو مجازاً عطا کرنے والا کہا جاتا ہے آپ اپنے معاشرے میں مشاہدہ کریں جب بھی کوئی چیز تقسیم کی جاتی ہے تو لوگ اس سے مانگتے ہیں کہ زیادہ دو یا مجھے بھی دو وغیرہ اگرچہ چیز کسی اور کے حکم پر دی جاتی ہے۔

چونکہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام تمام اکابرین امت کے نزدیک اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث مبارک میں بیان کیا گیا ہے:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی

(سنن ابی داؤد، ج 1، ص 275)

بیشک اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے پس اللہ کے نبی زندہ ہیں۔

دوسری حدیث پاک میں ہے:

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم. (سنن نسائی، ج 1، ص 189)

میری حیات بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔

اسی طرح فرمایا تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اگر نیک اعمال ہوں تو

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اگر برے ہوں تو میں تمہارے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ دائرہ ماذونیت میں مختار کل ہیں۔ دائرہ ماذونیت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اذن اور اختیار دیا گیا ہے۔

بعض کلمات کا اطلاق بعض مقامات میں مختلف معنی دیتا ہے۔ مثلاً لفظ کل جب اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوگا تو حقیقی معنی میں ہوگا مگر جب یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مقرب بندہ کے لیے استعمال ہوگا تو اضافی معنی میں ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے مختار کل کا لفظ اسی معنی میں مراد لیا جاتا ہے۔ جب یہی لفظ کل مخلوق کے لیے ہو تو اس کے اطلاقات درجہ بدرجہ بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً ایک چیز کسی دوسری چیز کے مقابلے میں کل ہے تو وہی چیز کسی دوسرے کے مقابلے میں جزو بھی ہوسکتی ہے۔

انسانی علم جتنا بھی لامحدود اور وسیع ہوجائے وہ ما کان اور ما یکون کی حدود کے اندر ہی رہتا ہے، اس سے آگے اس کی حدیں ختم ہوجاتی ہے۔ یہی کل انسانی علم جب حضور تاجدار کائنات ﷺ کے مقابلے میں رکھا جائے گا تو مخلوق کا سارا علم حضور ﷺ کے مقابلے میں جزو ہوگا اور آپ ﷺ کا علم تمام مخلوق کے مقابلے میں کل ہوگا۔ مگر جب نبی اکرم ﷺ کا کل علم معبود الٰہی کے مقابلے میں لایا جائے گا تو یہ جزو ہوگا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سارے اختیارات آپ ﷺ کے دائرہ ماذونیت میں ہیں، جس میں آپ مختار کل ہیں۔

میرے آقا زندہ ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُولُونَ بَلِيتَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ)

(تفرح ابواب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة (باب جمعے کے دن اور اس کی رات کی فضیلت) حدیث نمبر 1047)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے افضل ایام میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم پیدا کیے گئے، اسی میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی میں نفخہ دوسری دفعہ صور پھونکنا) ہے اور اسی میں صعقہ ہے (پہلی دفعہ صور پھونکنا، جس سے تمام بنی آدم ہلاک ہوجائیں گے) سو اس دن میں مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کیوں کر پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ بوسیدہ ہوچکے ہوں گے۔ (یعنی آپ کا جسم) تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کردیے ہیں۔

حدیث سے ماخوذ مسائل

جمعہ کے دن پڑھا ہوا درود میرے آقا ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' کی حدیث نمبر 596 کی شرح میں حیات النبی ﷺ کا مسئلہ بہت ہی خوب انداز سے واضح فرماتے ہیں۔

روایت ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ' فرماتے ہیں ' فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتیٰ کہ اس سے فارغ ہوجائے۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا موت کے بعد بھی فرمایا: اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کردیا ہے لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی

دیئے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

شرح

یعنی اس (جمعہ کے) دن میں رحمت اور برکت کے فرشتے اترتے ہیں اور مسلمانوں کے گھروں، ان کی مجلسوں میں پہنچتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ ذکر میں مشغول ہوں اور قیامت میں ان کے ایمان اور تقویٰ کی گواہی دیں۔

یعنی یہ نہیں ہوتا کہ درود پہنچانے والا فرشتہ سارے درودوں کا تھیلا ایک دم حضور ﷺ کے پاس پہنچائے بلکہ اگر کوئی سو بار درود شریف پڑھے تو یہ فرشتہ سو بار اس کے اور گنبدِ خضریٰ کے درمیان چکر لگائے گا اور ہر درود علیحدہ علیحدہ پیش کرے گا۔ (مرقاۃ)

اس سے اس فرشتے کی قوت رفتار معلوم ہوئی۔

اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ حیات النبی ﷺ بیان فرما رہے ہیں، یعنی انبیاء بعد وفات زندہ ہی رہتے ہیں لہٰذا تمہارے درود مجھ پر جیسے اب پیش ہو رہے ہیں پھر بھی پیش ہوتے رہیں گے۔ یہاں صاحب مرقاۃ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اسی لیئے ان کی موت کو انتقال یا وفات کہتے ہیں اور ان کی موت کے دن کو عرس، کہ وہ دولہا کی طرح یہاں سے وہاں منتقل ہو جاتے ہیں۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نبی کے جسم کو نہ مٹی کھا سکتی ہے نہ کوئی جانور۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرمانا میں ڈرتا ہوں کہ یوسف کو بھیڑیا کھا جائے گا ظاہر یہ ہے کہ وہاں بھیڑئے سے مراد خود ان کے بھائی ہیں ورنہ پیغمبر کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان بھی حضور ﷺ کا ہی ہے اور نبی سے مراد جنس نبی ہیں۔

صاحب مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات بعد وفات مختلف وقتوں میں مختلف جگہ تشریف فرماتے

ہیں یہ عقلاً نقلاً ہر طرح ثابت ہے۔

(☆) رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا

یعنی اے محبوب! اپنے سے پہلے انبیاء سے یہ مسئلہ پوچھو۔

معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء حضور ﷺ کے زمانہ میں زندہ ہیں کہ آپ ان سے بات چیت و سوال و جواب بھی کر سکتے ہیں۔

(☆) اور فرمایا ہے:

وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا

حضور ﷺ کی بیویوں سے ان کی وفات کے بعد کبھی نکاح نہ کرو۔ اس آیت نے بتایا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویاں بدستور ان کے نکاح میں رہتی ہیں بیوہ نہیں ہوتیں، ورنہ اَزْوَاجَهنه فرمایا جاتا، نیز ان سے نکاح کی حرمت ماں ہونے کی وجہ سے نہیں وہ بیویاں احترام میں مائیں ہیں نہ کہ احکام میں ورنہ ان کی میراث اُمت کو ملتی۔ ان کی اولاد سے نکاح حرام ہوتا ہے یہ آیت حیات النبی ﷺ کی کھلی دلیل ہے۔

(☆) شبِ معراج حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جب سرکار بیت المقدس پہنچے تو انہیں اور سارے پیغمبروں کو وہاں نماز کا منتظر پایا اور پھر جب آسمانوں پر تشریف لے گئے تو چوتھے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور مختلف آسمانوں پر دیگر انبیاء کو اپنا منتظر دیکھا۔ ان قرآنی آیات اور احادیث سے پتہ چلا کہ انبیائے کرام بعد وفات زندہ ہوتے ہیں بلکہ ان پر زندوں کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں۔

(☆) کہ ان کی بیویاں اور دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں۔

(☆) ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔

(☆) حضور ﷺ پر ہر نمازی سلام عرض کرتا۔

(☆) ہم کلمے میں پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ (محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں) اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو کہا جاتا کہ اللہ کے رسول تھے۔

غرضکہ اس حدیث کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہے اور دیگر عقلی و نقلی دلائل سے بھی۔ خیال رہے کہ آیت کریمہ "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں موت سے مراد حسی موت ہے جس پر بعض احکام موت کے جاری ہو جاتے ہیں جیسے غسل، کفن، دفن، وغیرہ اور یہاں زندگی سے حقیقی زندگی مراد ہے، نیز وہاں آیات میں موت سے مراد ہے روح کا جسم سے علیحدہ ہو جانا اور یہاں زندگی سے مراد ہے روح کا جسم وغیرہ میں تصرف کرنا، جیسے ہماری سیلانی روح نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو زندہ رکھتی ہے یوں ہی ان کی مقامی روح بوقت وفات جسم سے نکل کر بھی زندگی باقی رکھتی ہے۔ لہٰذا نہ تو آیات متعارض ہیں اور نہ حدیث و قرآن میں کچھ تعارض اس لیئے اس آیت میں حضور ﷺ کے لیئے میت الگ بولا گیا اور دوسرے کے لئے میتون علیحدہ، اگر حضور ﷺ کی وفات بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو یوں فرمایا جاتا "اِنَّکَ وَ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ"۔ اس حیات کی مفصل تحقیق ہماری "تفسیر نعیمی" پارہ دوم میں دیکھیں۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ روح ہیں سارا عالم جسم ہے، حضور ﷺ جڑ ہیں سارا عالم درخت ہے، اگر حضور ﷺ فنا ہو گئے ہوتے تو عالم بھی ختم تھا۔ جیسے درخت کی سبز شاخیں جڑ کی زندگی کا پتہ دیتی ہیں اور جسم کی حس و حرکت روح کا پتہ دیتی ہے ایسے عالم کا قیام و بقا حضور ﷺ کی حیات کا پتہ دے رہا ہے۔ دیکھو جسم کا سوکھا ہوا عضو سڑتا گلتا نہیں کہ ابھی روح سے وابستہ ہے اگرچہ بے کار ہو گیا ہے، ایسے ہی ہم گنہگاروں پر عذاب الٰہی نہیں آتا کہ اگرچہ ہم بے کار ہیں مگر دامن مصطفےٰ پاک سے وابستہ ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ

اگر حضورِ انور ﷺ ہم میں نہ رہے ہوتے تو ہم پر عذاب آ جانا چاہیئے تھا ہماری

بدکاریوں کے سبب۔

(☆) حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق رب فرماتا ہے:

مَا دَلَّھُمْ عَلٰی مَوْتِہٖٓ اِلَّا دَآبَّۃُ الْاَرْضِ تَاْکُلُ مِنْسَاَتَہٗ

یعنی حضرت سلیمان بعد وفات عصا پر ٹیک لگائے کھڑے رہے بہت عرصہ کے بعد دیمک نے لاٹھی کھائی تب آپ کا جسم زمین پر آیا اسی عرصہ میں نہ جسم بگڑا نہ دیمک نے کھایا۔

(☆) وہ شہدا جو حضور ﷺ کے غلامانِ غلام ہیں جب ان پر فدا ہو کر زندہ جاوید ہو گئے تو خود حضور ﷺ کی زندگی کیسی اہم ہے۔ رزق سے مراد رزق حسی ہے یعنی جنتی میوے ان کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں جس سے وہ بہرا مند رہتے ہیں، جب ان کے غلام یعنی شہداء کی روحیں جنت میں پہنچتی ہیں، وہاں کے پھل کھاتی ہیں اور جب مریم کو دنیا میں جنت کے پھل دیئے گئے اور انہوں نے کھائے (قرآن مجید) تو انبیاء کرام خصوصاً سید الانبیاء کے رزق کا کیا پوچھنا۔ اصحاب کہف اور ان کا کتا صدہا سال سے سو رہے ہیں، انہیں غیبی رزق بھی برابر پہنچ رہا ہے، سورج ان پر دھوپ نہیں ڈالتا۔ دسمبر، جنوری، اور جون و جولائی ان پر سردی گرمی نہیں پہنچاتے، حضرات انبیاء بعد وفات ان سے اعلیٰ حسن والی زندگی رکھتے ہیں۔

(☆) حضور ﷺ پر بعد وفات اپنی ازواج کا نان نفقہ واجب ہے جیسے زندگی شریف میں تھا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہ ہم کسی کے وارث نہ کوئی ہمارا وارث، ہمارے بعد ہماری ازواج کے نفقہ اور عمّال کی تنخواہوں سے جو بچے وہ صدقہ ہے۔

(☆) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفن رہے میں بے حجاب وہاں جاتی تھی مگر جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے میں بے حجاب جاتے ان سے شرماتی ہوں، اگر وہ

حضرات زندہ نہیں تو یہ شرم کس سے ہے۔

(☆) بعض اولیاء کے اجسام صدہا برس کے بعد اب بھی درست دیکھے جاتے ہیں۔ اگر وہ بالکل مردے ہیں تو جسم گلتا کیوں نہیں۔ حیات نبی پر یہ بارہ دلائل ہیں۔

صاحب مرقاۃ نے فرمایا کہ اس کی اسناد نہایت صحیح اور قوی ہے اور یہ حدیث بہت اسنادوں سے مختلف الفاظ میں منقول ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ محفوظ ہیں

☆۔رَوَی الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِی الْاَشْعَثِ الصِّنْعَانِیْ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 398، سنن نسائی ج 1 ص 203، 204)

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہما، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیے ہیں۔ (زمین ان کو نہیں کھاتی)

حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں

☆قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ یَعْلٰی اَحْمَدُ بْنُ عَلِی الْمُوْصِلِیّ حَدَّثَنَا اَبُوْ الْجَهْمِ الْاَزْرَقُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ اَبِیْ بُكَیْرٍ حَدَّثَنَا الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِیّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ۔

(مسند ابی یعلی الموصلی ص 658 حدیث نمبر 3425)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کو رزق دیا جاتا ہے

○رَوَی الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ مُحَمَّدُ بْنُ یَزِیْدِ بْنِ مَاجَةَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَوَادِ الْمِصْرِیِ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ هَلَالٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَیْمَنَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نَسِیٍّ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُرْزَقُ۔

(سنن ابن ماجہ ج 1 ص 118)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں

رَوَی الْاِمَامُ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ وَ شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِیّ وَ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَتَیْتُ (وَ فِیْ رِوَایَةِ هَدَّابٍ) مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْكَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ۔ (صحیح مسلم ج 2 ص 268)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میرا گذر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر ہوا جو سرخ ٹیلے کے

قریب ہے میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کو تحفۂ درود پہنچایا جاتا ہے

رَوَى الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُوْدَاوِدَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ۔

1). أبوداود، السنن، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، 2 : 176، رقم 2042 :

2). أحمد بن حنبل، المسند، 2 : 367

3). ابن أبي شیبۃ، المصنف، 2 : 150، رقم 7542 :

4). طبرانی، المعجم الأوسط، 8 : 82، 83، رقم 8030 :

5) بیہقی، شعب الإیمان، 3 : 491، رقم 4162 :

6) مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع، 11 : 59، 71

7). ابن قیم، جلاء الأفہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الأنام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 42، رقم 61 :

8). ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 3 : 514

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تم جہاں بھی ہو، تمہارا درود میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔

سلام وصلوٰۃ خود سنتے ہیں

(ف) یاد رہے کہ دنیا بھر میں جہاں بھی کوئی صلوٰۃ وسلام پڑھے آپ ﷺ خود بھی سنتے ہیں۔

یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ اُمتی جہاں کہیں بھی ہوں اُن کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود وسلام بلا واسطہ خود بارگاہِ مصطفی ﷺ میں پہنچتا ہے۔ اس کے لیے احادیث میں تَبْلُغُنِي، فَتَبْلُغُنِي، يَبْلُغُنِي، فَسَيَبْلُغُنِي وغیرہ جیسے اَلفاظ وارد ہوئے ہیں، جو لغوی اعتبار سے معروف کے صیغے ہیں مجہول کے نہیں، اور اِن صیغوں کا فاعل خود صلاتکم اور سلامکم ہے، جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو آپ ﷺ پر نزدیک سے درود بھیجتے ہیں، دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے، کیا یہ سب درود آپ ﷺ کو پیش کیے جاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أسمع صلاۃ أهلِ محبتی و أعرفهم.

میں اہلِ محبت کا درود خود سنتا ہوں اور اُنہیں پہچانتا (بھی) ہوں۔

1).. جزولی، دلائل الخیرات وشوارق الأنوار فی ذکر الصلاۃ علی النبی المختار ﷺ 18 :

2). فاسی، مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات وشوارق الأنوار فی ذکر الصلاۃ علی النبی المختار ﷺ 81 :

اِس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اہلِ محبت کا درود نہ صرف خود سُنتے ہیں بلکہ بھیجنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں، اگرچہ وہ دور کسی مقام پر اور بعد کے کسی زمانے میں ہی کیوں نہ ہوں۔

اِن اَحادیثِ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ دور و نزدیک ہر جگہ سے اپنے اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود وسلام سنتے ہیں۔ فرشتہ صرف اَز رُوئے اَدب آپ ﷺ کی بارگاہ میں اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا

درود وسلام پہنچاتا ہے، ورنہ آپ ﷺ تک تمام اُمتیوں کے درود وسلام کی نہ صرف آواز پہنچتی ہے بلکہ آپ ﷺ جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اتنے واضح اَحکامات اور کثیر فضائل کے باوُجود بھی اگر کوئی صلاۃ وسلام پر اعتراض کرے تو اسے صرف بدبختی پر محمول کیا جائے گا۔ انہیں چاہیے کہ قرآن وسنت کے دلائل کے روشنی میں حقائق کی معرفت حاصل کریں۔

فقیر نے یہاں درود وسلام کی فضیلت واَہمیت بارے صرف چند احادیث بیان کی ہیں، ورنہ اصل موضوع تو ''حیات النبی ﷺ'' صلوٰۃ وسلام پر احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، ائمہ نے اِس موضوع پر الگ کتب تالیف فرمائی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے فقیر تصانیف'' دافع دردوالآم فی صلوٰۃ والسلام علی خیر الانام'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کریں۔

مزار اقدس پر جب کوئی امتی سلام کرے تو جواب ملتا ہے

قَالَ الْحَافِظُ اَبُو الشَّیْخِ الْاَصْبَهَانِیُّ فِیْ کِتَابِ الصَّلَاۃِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَحْمَدِ الْاَعْرَجِ حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ الصَّبَاحِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ ؛قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُه وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِنْ بَعِیْدٍ اُعْلِمْتُه۔(جلاء الافہام؛ ابن قیم ص 19 دوسرا نسخہ ص 25 حدیث نمبر 25)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دُور سے درود پڑھا تو وہ (بواسطہ فرشتوں کے) مجھے بتلا دیا جاتا ہے۔

قبر اطہر سے سلام کا جواب بھی عنایت ہوتا ہے

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْدَاوٗدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ نَا الْمُقْرِئُ نَا حَیْوَۃُ عَنْ اَبِیْ صَخْرَۃَ حُمَیْدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَیْطٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 294)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالی میری روح کو میری طرف متوجہ کر دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

دُور سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام فرشتے پہنچاتے ہیں

رَوَی الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ زَاذَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِیْ السَّلَامَ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ج 2 ص 399)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کی طرف سے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں چکر لگاتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔

حیاۃ الانبیاء علیہم السلام اجماعی عقیدہ ہے

1) قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السَّخَاوِیُّ الشَّافِعِیُّ:وَنَحْنُ نُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُ بِاَنَّه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ یُرْزَقُ فِیْ

قَبْرِہٖ وَاَنَّ جَسَدَہُ الشَّرِیْفَ لَا تَاکُلُہُ الْاَرْضُ، وَالْاِجْمَاعُ عَلٰی ھٰذَا۔

(القول البدیع، علامہ سخاوی ص172)

ترجمہ: علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم یقین رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، آپ کو رزق دیا جاتا ہیں اور آپ کے جسد شریف کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔

2) قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اِبْنُ حَجَرٍ الْھَیْتَمِیْ: فَنَحْنُ نُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُ بِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ یُرْزَقُ وَاَنَّ جَسَدَہُ الشَّرِیْفَ لَا تَاکُلُہُ الْاَرْضُ، وَالْاِجْمَاعُ عَلٰی ھٰذَا۔

(الدر المنضود فی الصلوۃ علی صاحب المقام المحمود، ابن حجر ہیتمی ص95)

ترجمہ: علامہ ابن حجر ہیتمی ﷺ فرماتے ہیں: ہم یقین رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ بے شک نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں اور آپ کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی اور اسی پر اجماع ہے۔

3) حضرت الشیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: باید حیات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام متفق علیہ است و ہیچ کس را در وے خلاف نیست۔

(اشعۃ اللمعات ج 1 ص574)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے، اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

4) علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: چنانچہ یہ مسئلہ بالکل صاف اور واضح ہے اور اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انہیں صرف حیات معنوی روحانی حاصل نہیں ہے بلکہ حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے۔

(مظاہر حق از نواب محمد قطب الدین دہلوی ج 1 ص 865)

ابو یعلٰی نے روایت کی:

عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ سلم یقول والذی نفسی بیدہٖ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لَاِن قام علی قبری فقال یا محمّدُ لاجبتہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہونگے پھر وہ اگر میری قبر پر کھڑے ہوں اور یا محمد ﷺ کہہ کر مجھے پکاریں تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔

مزار اقدس سے آذان وتکبیر کی آواز

() ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کی۔

عن سعید بن المسیّب قال لقد رأیتنی لیا لی الحرّۃ وما فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ سلم غیری وما یاتی وقت الصّلوٰۃ الا وسمعت الاذان من القبر

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا جنگ حرہ کے زمانہ میں میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا اس وقت کوئی نہ تھا۔ ان ایام میں کسی نماز کا وقت نہ آتا تھا، مگر قبر انور سے میں اذان کی آواز سنتا تھا۔

() زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں روایت کی۔

عن سعید بن المسیّب قال لم ازل اسمع الاذان والاقامۃ فی قبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ سلم ایام الحرۃ حتّٰی عاد الناس۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا میں ہمیشہ اذان اور تکبیر کی آواز رسول اللہ ﷺ کی قبر انور میں سنتا رہا۔ جنگ حرہ کے زمانہ میں

یہاں تک کہ لوگ واپس آ گئے۔

( ) ابن سعد نے طبقات میں روایت کی

عن سعید بن المسیّب انه کان یلازم المسجد ایام الحرة والناس یقتتلون قال فکنت اذا حانت الصلٰوۃ اسمع اذانا من قبل القبر الشریف

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ حرہ کے زمانہ میں وہ مسجد نبوی میں ٹھہرے رہے اور لوگ آپس میں قتال کر رہے تھے۔ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا تو میں مزار نبوی شریف کی طرف سے اذان کی آواز سنتا تھا۔

( ) دارمی نے اپنی مسند میں روایت کی انہوں نے کہا ہمیں مروان بن محمد نے خبر دی

عن سعید بن عبد العزیز قال لما کان ایام الحرّة لم یوذن فی مسجد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وان سعید بن المسیّب لم یبرح مقیما فی المسجد وکان لا یعرف وقت الصلٰوۃ الا بهمهمة یسمعها من قبر النبی صلی اللّٰه علیه وآله سلم

سعید بن عبد العزیز سے مروی ہے انہوں نے کہا جب حرہ کی جنگ کا زمانہ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی مسجد شریف میں نہ اذان ہوتی نہ اقامت اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ مسجد شریف ہی میں مقیم رہے انہیں نماز کے وقت کا علم نہ ہوتا تھا لیکن ایک آواز سے جسے وہ نبی کریم ﷺ کی قبر شریف سے سنتے تھے۔

یہ احادیث و روایات حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص سید عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات جسمانی اور حقیقی پر صاف اور واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں۔ جن میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ دیوبندی کیا کہتے ہیں؟

حیات الانبیاء کے متعلق دیوبندیوں کے دو گروپ ہیں ایک حیاتی دوسرے مماتی۔ فقیر دیوبندی کے بڑے بڑے مولویوں کا حوالہ پیش کرتا ہے۔ تاکہ اہلسنت کا مسلک واضح ہو۔

☆ دیوبندیوں کے قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی (بانی دار العلوم دیوبند) کے متعلق دیوبندیوں کے ہی شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی نے لکھا: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ایک بہت ضخیم کتاب تحریر فرمائی ہے جو کہ مشہور بین العالم ہے اس میں کس زور و شور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل السنّت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں۔

(رجوم المذنبین ص 48)

اس سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کا یہی عقیدہ ہے نبی کریم ﷺ حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔

☆ دیوبندیوں کے قطب الارشاد مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ملاحظہ ہو مگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص 123)

نوٹ

سماع حیات کے بغیر نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ حیات میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

☆ مولوی خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے لکھا: اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ (براہین قاطعہ ص 203)

☆ مولوی محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتا ہے کہ تمام اہل السنّت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج 3 ص 249)

☆ مولوی محمد زکریا دیوبندی لکھتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور بحوالہ علامہ سخاوی کہ حضور اقدس ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ (فضائل درود شریف ص 19)

☆ مولوی یوسف لدھیانوی نے بھی واضح لکھا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اجماع ہے۔ یہ عقیدہ اہل السنّت کا بنیادی عقیدہ ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ج 10 ص 512,511)

اس نے یہاں تک لکھا کہ الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دینوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ج 10 ص 514)

منکرین حیات النبی ﷺ کون؟

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ بَدْرُ الدِّیْنِ مَحْمُوْدُ بْنُ اَحْمَدَ الْعَیْنِیْ: مَنْ اَنْکَرَ الْحَیَاۃَ فِی الْقَبْرِ وَھُمُ الْمُعْتَزِلَۃُ وَمَنْ نَحَا نَحْوَھُمْ ، وَاَجَابَ اَھْلُ السُّنَّۃِ عَنْ ذٰلِکَ ۔ (عمدۃ القاری، علامہ عینی ج 11 ص 703)

ترجمہ: حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جن لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کی قبری زندگی کا انکار کیا ہے وہ معتزلہ اور ان کے ہم عقیدہ لوگ ہیں۔ اہل سنت نے ان کے (وساوس) کے جوابات دیئے ہیں۔

دیوبندیوں کے مولوی الیاس گھمن نے حیات النبی پر ایک فتویٰ کے جواب میں بڑی شدومد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات حقیقی پر دلائل دیئے۔ لکھا کہ جو شخص عقیدہ حیات النبی ﷺ کا منکر ہے (تفصیل اوپر گزر چکی ہے) وہ بدعتی ہے۔

اس کے اس فتویٰ پر دیوبندیوں کے مشہور معروف مفتیوں کے دستخط موجود ہیں۔

1) دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی، مفتی محمد مدظلہ، مفتی ابولبابہ شاہ منصور

2)۔ خیرالمدارس ملتان، مفتی عبدالستار رحمہ اللہ

3). دارالافتاء والارشاد لاہور، مفتی حمید اللہ جان مدظلہ

4). دارالافتاء باب العلوم کہروڑپکا، مفتی ظفر اقبال مدظلہ

5). جامعہ دارالعلوم ربانیہ، مفتی شیر محمد مدظلہ، حافظ نذیر احمد مدظلہ، ابواحمد عبدالشکور

جو شخص عقیدہ حیات النبی ﷺ کا منکر ہو وہ بدعتی اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔

1) السید مفتی مہدی حسن، مفتی دارالعلوم دیوبند

2) مولانا جمیل احمد تھانوی، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

3) مولانا محمد ضیاء الحق، مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور

4) مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، محمود الحسن طیب، نصرت العلوم گوجرانوالہ

5) مفتی منظور احمد، مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان

6) مفتی ظہور احمد، جامعہ رشیدیہ ساہیوال

حکم): منکرین حیات النبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے

1) سید مفتی مہدی حسن، مفتی دارالعلوم دیوبند

2) مولانا جمیل احمد تھانوی، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

3) مفتی محمد و مفتی ابولبابہ شاہ منصور، دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

4) مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، محمود الحسن طیب، نصرت العلوم گوجرانوالہ

5) دارالافتاء والارشاد لاہور، مفتی حمید اللہ جان

6) مفتی حامد حسن، مفتی دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا

7) مفتی منظور احمد، مفتی قاسم العلوم ملتان

8) مولانا محمد ضیاء الحق، مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور

9) مفتی ظہور احمد، جامعہ رشیدیہ ساہیوال

10) مفتی محمد اصغر، جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

11) مفتی شیر محمد، مفتی جامعہ ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

12) مفتی ظفر اقبال، مفتی جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

13) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں منکر حیات النبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج 10 ص 514)

نوٹ

نقل بمطابق اصل ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے فتاویٰ جات اس پر موجود ہیں، درج ذیل پتہ پر رابطہ کر کے منگوا سکتے ہیں۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی

حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں جنگ جمل کے دوران آپ کو ایک تیر لگا جو آپ کی شہادت کا سبب یوں آپ چونسٹھ برس کی عمر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

شہادت کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ کے قریب دفن کر دیا گیا مگر جس مقام پر آپ کی قبر شریف بنی وہ نشیب میں تھا اس لئے قبر مبارک کبھی کبھی پانی میں ڈوب

جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو بار بار متواتر خواب میں آ کر اپنی قبر بدلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنا خواب بیان کیا تو آپ نے دس ہزار درہم میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان خرید کر اس میں قبر کھودی اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس لاش کو پرانی قبر میں سے نکال کر اس قبر میں دفن کر دیا۔ کافی مدت گزر جانے کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس جسم سلامت اور بالکل ہی تر و تازہ تھا۔

(اُسد الغابۃ، طلحہ بن عبید اللہ القرشی التیمی، ج ۳)

تبصرہ

غور فرمایئے کہ کچی قبر جو پانی میں ڈوبی رہتی تھی ایک مدت گزر جانے کے باوجود ایک ولی اور شہید کی لاش خراب نہیں ہوئی تو حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام خصوصاً حضور سید الانبیاء ﷺ کے مقدس جسم کو قبر کی مٹی بھلا کس طرح خراب کر سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ)

(یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جسموں کو زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ زمین ان کو کبھی کھا نہیں سکتی۔

اسی طرح اس روایت سے اس مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ شہداء کرام اپنے لوازم حیات کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، کیونکہ اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو قبر میں پانی بھر جانے سے ان کو کیا تکلیف ہوتی؟ اسی طرح اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شہداء کرام خواب میں آ کر زندوں کو اپنے احوال و کیفیات سے مطلع کرتے رہتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ خواب یا بیداری میں اپنی قبروں سے نکل کر زندوں سے ملاقات اور گفتگو کر سکتے ہیں۔ اب غور فرمایئے کہ جب شہیدوں

کا یہ حال ہے اور ان کی جسمانی حیات کی یہ شان ہے تو پھر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خاص کر حضور سید الانبیاء ﷺ کی جسمانی حیات اور ان کے تصرفات اور ان کے اختیار واقتدار کا کیا عالم ہوگا۔

غور فرمایئے کہ وہابیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں یہ مضمون لکھ کر کہ "حضورِ اکرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے۔ (نعوذ باللہ) کتنا بڑا جرم اور ظلم عظیم کیا ہے۔ اللہ اکبر! ان بے ادبوں اور گستاخوں نے اپنے نوک قلم سے اہل ایمان کے قلوب کو کس طرح مجروح وزخمی کیا ہے اس کو بیان کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا قبروں میں نماز پڑھنے والی حدیث پر منکرین کے اعتراضات

رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قبروں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ لیکن اس مضمون پر منکرین حیات الانبیاء کی طرف چند شکوک و شبہات اور اعتراضات پیدا ہوتے ہیں، جن کا جواب دینا فقیر کے لئے ضروری ہے لہٰذا پہلے اعتراضات کو بیان کیا جاتا ہے۔ پھر ان کے جوابات عرض کئے جائیں گے۔

اعتراضات

(☆) انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان کی روحوں یا مثالی صورتوں کو دیکھا ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں بھی ہوں اور بیت المقدس میں بھی اور پھر اپنے اپنے مقامات پر آسمانوں میں بھی موجود ہیں۔

(☆) اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ قبروں میں اور بیت المقدس میں اور آسمانوں پر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اصلی جسموں کے ساتھ موجود تھے تو بیت المقدس اور آسمانوں

پر ہونے کے وقت لازم آئے گا کہ ان کی قبریں ان کے جسموں سے خالی ہوں۔ اسی طرح چالیس راتوں کے بعد انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں سے اٹھالیا جانا بھی اس بات کو مستلزم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تمام قبریں ان کے وجود سے خالی ہوں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کا حضور ﷺ سے خالی ہونا لازم آئے گا جو دلائل و واقعات کی روشنی میں صراحتاً باطل ہے۔

(☆) اگر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو آپ قبور میں تسلیم کرتے ہیں تو ان کی زندگی کیسے ثابت ہوگی جبکہ ان کی ارواح کا اعلیٰ علیین میں ہونا قطعی طور پر معلوم ہے۔

ان اعتراضات کے جوابات نمبروار ملاحظہ فرمایئے:

زمان ومکان کی قیود وحدود مادی کثافتوں تک محدود رہتی ہیں۔ کثافتیں جس قدر دور ہوتی جائیں گی زمان ومکان کی قیود اسی قدر ختم ہوتی چلی جائیں گی۔ ایک جسم کا آن واحد میں متعدد مقامات پر پائے جانے کا استحالہ اسی مادی کثافت کا نتیجہ ہے۔ جہاں یہ کثافتیں موجود نہ رہیں وہاں زمان ومکان کی حد بندیاں بھی باقی نہیں رہتیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام محققین کے نزدیک ایسے لطیف ہیں کہ ان میں اور ارواح میں کوئی فرق نہ تھا۔ معترضین کو چاہیے کہ وہ اس بارے میں اپنے اکابر کی عبارات کو دیکھیں دیوبندیوں کے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے لکھا موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مشاہدہ جمال وجلال حق تعالیٰ شانہ وتقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ تک پہنچ جاتی ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم۔ روح پیدا کرلیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہوجاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہوتی ہے اور اس تحقیق سے نکتہ **ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** بھی ظاہر ہوجاتا ہے۔

☆ شمائم امدادیہ میں گنگوہی صاحب کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ صاحب

فرماتے ہیں، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔ (شمائم امدادیہ)

گنگوہی صاحب کے اقتباس سے اتنی بات تو معلوم ہوگئی کہ انبیاء علیہم السلام کا تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے۔ اب یہ سنیں کہ وہ روح جس کو قرآن نے الروح الامین قرار دیا اور شریعت مطہرہ میں جبرائیل سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی زمان ومکان کے باب میں اس کا کیا حال ہے۔ صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں:

ان جبریل علیہ السلام مع ظھورہ بین یدی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی صورۃ دحیۃ الکلبی او غیرہ لم یفارق سدرۃ المنتھیٰ

(روح المعانی)

ترجمہ: بے شک جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبی وغیرہ کی صورت میں نبی کریم ﷺ کے سامنے ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوئے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ تو ارواح ملائکہ سے کہیں زیادہ قوت وتصرف کی صفت سے متصف ہیں۔ بالخصوص ہمارے نبی کریم ﷺ کی روح اقدس تو روح الارواح ہے۔ جب ان کے اجسام کریمہ ان کی ارواح مقدسہ کا حکم پیدا کرلیں گے تو ان کیلئے یہ کون سی بڑی بات ہوگی کہ وہ آسمانوں اور بیت المقدس میں ظاہر ہونے کے باوجود اپنی قبور شریفہ سے جدا نہ ہوں۔

اس مضمون کی تائید کنز العمال کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ فیض الباری میں اس حدیث کو حسب ذیل عبارت میں نقل کرکے اس کی مراد کو واضح طور پر بیان کیا:

وفی کنز العمال ان اجساد الانبیاء نابتۃ علی اجساد الملائکۃ و اسنادہ ضعیف و مرادہ ان حال الا نبیاء علیھم السلام فی حیاتھم کحال الملائکۃ بخلاف عامۃ الناس فان ذالک حالھم فی الجنۃ فلا

تکون فضلا تھم غیر رشحات عرق ...... انتھی۔ (فیض الباری جز اول)

اور کنز العمال میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کی پیدائش اجسام ملائکہ کے موافق ہوتی ہے۔ اس کی اسناد ضعیف ہے۔ اور اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیا میں ان کا حال ملائکہ کے حال کی طرح ہوتا ہے۔ بخلاف عامۃ الناس کے کہ ان کا یہ حال جنت میں ہوگا اسی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات پسینے کے قطروں کے سوا نہیں ہوتے۔ (فیض الباری)

اگرچہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے مگر باب مناقب میں وہ بالاتفاق مقبول ہے۔ دیکھئے اعلاء السنن میں ہے:

ولا یخفی ان الضعاف مقبولۃ معمولۃ بھافی فضائل الاعمال و مناقب الرجال علی ما صرحوا بہ۔ انتھیٰ۔

(اعلاء السنن حصہ چہارم)

صدقہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون

اور مخفی نہ رہے کہ محدثین کی تصریح کے موافق ضعیف حدیثیں فضائل اعمال اور مناقب رجال میں مقبول ہیں' معمول بہا ہیں۔

اجساد انبیاء علیہم السلام جب اجساد ملائکہ کے موافق ہوئے حتیٰ کہ ان کے فضلات بھی پسینے کے چند قطروں سے متجاوز نہیں ہوتے تو اب ان کا قیاس عامۃ الناس کے اجسام پر کرنا غلطی نہیں تو اور کیا ہے؟

امام شعرانی کی منکرین کو تنبیہ

انبیاء علیہم السلام کے اپنی قبروں میں نماز پڑھنے اور آسمان و بیت المقدس اور قبور میں انبیاء علیہم السلام کے پائے جانے کے مسئلہ میں اسی قسم کے معترضین کو ان کی غلطی پر متنبہ کرنے کیلئے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

ورای رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صورتہ ھناك فی اشخاص السعداء فشکر اللّٰہ تعالیٰ و علم عند ذالك کیف یکون الانسان فی مکانین وھو عینہ لا غیرہ ـــــ و فیھا شھود الجسم الواحد فی مکانین فی آن واحد کمارای محمد صلی اللّٰہ علیہ و سلم نفسہ فی اشخاص بنی آدم سعداء حین اجتمع بہ فی السماء الاولٰی کما مرّ و کذالك آدم و موسٰی و غیرھما فانھم فی قبورھم فی الارض حال کو نھم ساکنین فی السماء فانہ قال رایت آدم رایت موسٰی رایت ابراھیم واطلق وما قال روح آدم ولا روح موسٰی فراجع صلی اللّٰہ علیہ وسلم موسیٰ فی السماء وھو بعینہ فی قبرہ فی الارض قائما یصلی کما ورد فیا من یقول ان الجسم الواحد لا یکون فی مکانین کیف یکون ایمانك بھذا الحدیث (الیواقیت والجواہرج)

ترجمہ: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ (آدم علیہ السلام کے پاس) نیک بختوں کے افراد میں اپنی صورت مبارک بھی دیکھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم مشاہدہ کے ساتھ اس بات کو جان لیا۔ کہ ایک انسان دو جگہ میں کس طرح پایا جاتا ہے۔ درآن حالیکہ وہ اس کا عین ہے، غیر نہیں فوائد معراج سے یہ بھی ہے کہ ایک جسم کا ایک ہی آن میں دو جگہ حاضر ہونا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مقدسہ کو بنی آدم کے نیک بخت افراد میں دیکھا۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان میں آدم علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوئے۔ اور اسی طرح آدم و موسیٰ اور ان کے علاوہ انبیاء کرام کہ وہ زمین میں اپنی قبروں میں بھی موجود ہیں اور اسی وقت آسمانوں میں بھی ساکن ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں نے آدم کو دیکھا۔ میں نے موسیٰ کو دیکھا۔ میں نے ابراہیم کو دیکھا اور روح کی قید لگا کر یہ نہیں فرمایا کہ میں نے روحِ آدم کو دیکھا اور نہ یہ فرمایا کہ میں نے روحِ موسیٰ کو دیکھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ

آسمان میں گفتگو بھی فرمائی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بعینہٖ زمین میں اپنی قبر کے اندر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا، پس اے وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ ایک جسم دو جگہ نہیں پایا جا سکتا اس حدیث پر تیرا ایمان کیسے ہوگا؟

(الیواقیت والجواہر)

عالمِ مثال

عبارات منقولہ سے معترض کے اعتراض کا جہالت اور بے دینی پر مبنی ہونا اچھی طرح واضح ہو گیا۔ لیکن اگر ان تمام حقائق سے قطع نظر کر لی جائے تو ہم دوسرے طریقہ سے بھی جواب دے سکتے ہیں اور وہ یہ کہ صوفیہ عارفین کے نزدیک عالم کئی قسم کا ہے، ان میں سے ایک عالم اجسام ہے، دوسرا عالم مثال اور تیسرا عالم ارواح، ایک ہی چیز بیک وقت تینوں عالموں میں پائی جاتی ہے اور ان میں سے کوئی وجود دوسرے کا غیر نہیں بلکہ ان میں سے جس کا بھی اعتبار کیا جاوے باقی اس کا عین ہوں گے، غیر نہ ہوں گے۔ لہٰذا انبیاء کرام کے ان اجسام کریمہ کو جو ان کی قبور اور بیت المقدس اور آسمانوں میں پائے گئے۔ عالم مثال پر حمل کر دیا جائے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری مقدمہ فیض الباری میں لکھا:

العوالم عند الصوفیة علی انحاء عالم الاجساد الغنصریة وھی التی فیھا المادة والمقدار وعالم الامثال وھی التی لامادة فیھا مع بقاء الکم والمقدار کالشبح المرئی فی المراة وعالم الارواح وھی التی لا مادة فیھا ولا کم ولا مقدار وقد صرحوا ان عالم المثال لتجردہ عن المادة اقوی من عالم الاجساد ولیس کما زعمه بعض الجھلاء انه من التخیلات الصرفة وقالوا ان زیدا فی آن واحد موجود فی مواطن ثلاثة عالم الاجساد والمثال والارواح بدون تفاوت ولاتغیر ...... انتھٰی

(مقدمہ فیض الباری جز اول)

عارفین صوفیاء کے نزدیک عالم کی چند قسمیں ہیں ایک ان میں سے عالم اجساد عنصر یہ ہے اور وہ وہ ہے جس میں مادہ اور مقدار دونوں چیزیں پائی جائیں۔ دوسرا عالم مثال اور وہ وہ ہے جس میں مادہ نہ ہو صرف کمیت اور مقدار پائی جائے جیسے آئینہ میں نظر آنے والی شکل، تیسرا عالم ارواح اس میں نہ مادہ ہوتا ہے اور نہ کمیت اور نہ مقدار۔ عارفین کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ عالم مثال تجرد عن المادہ کی وجہ سے عالم اجسام سے زیادہ قوی ہے اور یہ بات نہیں جیسا کہ بعض جہلاء نے گمان کرلیا کہ عالم مثال محض تخیلات کا مجموعہ ہے۔ صوفیائے کرام نے یہ فرمایا کہ زید آن واحد میں تین جگہ موجود ہے۔ ایک عالم اجساد، دوسرے عالم مثال اور تیسرے عالم ارواح میں۔ ان تینوں جگہ زید بغیر کسی تفاوت اور تغیر کے پایا جاتا ہے۔ پھر آگے چل کر اگلے صفحے پر فرماتے ہیں

ثم ان عالم المثال لیس اسما للحیز کما یتوھم بل ھو اسم لنوع من الموجودات فما کان من عالم المثال ربما یوجد فی ھذا العالم بعینہٖ کالملئکۃ فانھم فی عالم المثال عند ھم ومع ذالک تتعاقب فی ھذا العالم بکرۃ و اصیلا انتھی (مقدمہ فیض الباری)

پھر عالم مثال کسی چیز کا نام نہیں۔ جیسا کہ وہم کیا جاتا ہے بلکہ وہ موجودات کی ایک قسم کا نام ہے تو بسا اوقات عالم مثال کی چیز اس عالم میں بعینہٖ پائی جاتی ہے جیسے فرشتے کہ وہ ان کے نزدیک عالم مثال میں ہیں اور اس کے باوجود اس عالم میں بھی ایک دوسرے کے پیچھے صبح وشام آتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

شاید کوئی کہہ دے کہ صاحب فیض الباری نے صوفیاء کا مذہب نقل کر دیا۔ جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا اپنا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ اول تو صوفیاء کا عقیدہ ہی ہماری دلیل ہے۔ دوم یہ کہ صاحب فیض الباری نے اس مسئلہ میں اپنے عقیدہ کی خود تصریح کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وقد ثبت عندی تجسد المعانی وتجوھر الاعراض با لعقل والنقل فلا بعد عندی فی صعودھا (فیض الباری جز۲)

میرے نزدیک اعراض ومعانی کا جسد مثالی اور جوہر مثالی میں ظاہر ہونا عقل ونقل سے ثابت ہو چکا ہے۔

اس لیے کلمات طیبات کے آسمانوں کی طرف چڑھنے میں کوئی بعد نہیں پایا جاتا۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ صاحب فیض الباری نے عالم مثال کا قول محض نقل نہیں کیا بلکہ ان کے نزدیک اس کا وجود عقل ونقل سے ثابت ہے۔

عالم مثال کا بے حقیقت ہونا

شاید کوئی جھگڑالو آدمی یہ کہہ دے کہ عالم مثال تخیلاتِ صرفہ اور فراغ متوہم کا نام ہے۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں۔

تو اس کا جواب مقدمہ فیض الباری سے ہماری نقل کی ہوئی عبارت میں واضح طور پر آچکا ہے۔ کیونکہ اس میں صاف موجود ہے کہ عالم مثال کو تخیلات محضہ قرار دینا جہلاء کا کام ہے۔ اسی طرح اسے محض فراغ متوہم ماننا بھی وہم ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عالم مثال موجودات کی ایک نوع کو کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ عالم مثال کی چیزیں بسا اوقات اس عالم میں بعینہٖ پائی جاتی ہیں۔

اتنی روشن تصریحات کے باوجود بھی عالم مثال کی حقیقت وواقعیت سے انکار کرنا ہٹ دھرمی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ عالم مثال پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والصوفیۃ العلیۃ لما ظھرلھم من العوالم عالم المثال و فیہ مثال لکل جوھر وعرض بل للمجردات ایضاً بل للّٰہ سبحانہ ایضاً مع کونہ متعال عن الشبہ والمثال ذالک ھو المحل لحدیث رایت ربی علی

صورة امرد شاب قطط فی رجلیه نعلا الذهب وقد ینتقل الصورة المثالیة من عالم المثال الی عالم الشهادة بکمال قدرته تعالٰی وقد اشتهر ذالك کرامة عن کثیر من الاولیاء ولعل اللّٰه تعالٰی یحضر الصورة المثالیة للموت من عالم المثال فی الأخرة الی عالم الشهادة فیؤمر بذبحه حتی یظهر علی اهل الجنة والنارانه خلود ولا موت وهکذا التاویل فی حشر الاسلام والایمان والقرآن والاعمال والامانة والرحم وایام الدنیا کما نطق به الاحادیث الصحیحة التی لا یسع ذکرها المقام قال السیوطی فی البدور السافرة الاعمال والمعانی کلها مخلوقة ولها صورة عنداللّٰه تعالی وان کنا لا نشاهد ها وقد نص ارباب الحقیقة علی ان من انواع الکشف الوقوف علی حقائق المعانی و ادراك صورها بصور الاجسام والاحادیث شاهدة بذالك وهی کثیرة انتهٰی و هذا القول من السیوطی حکایة عن عالم المثال واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اور صوفیاء علیہ پر عوالم میں سے عالم مثال ظاہر ہوا۔ جس میں ہر جوہر وعرض بلکہ مجردات بلکہ اللہ تعالیٰ کی بھی مثال ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ شبہ وامثال سے پاک ہے۔ صوفیاء نے کہا۔ یہی عالم مثال اس حدیث کا محل ہے کہ میں نے اپنے رب کو گھنگھریالے بالوں والے نوجوان کی شکل میں دیکھا جس کے پاؤں میں سونے کی جوتیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی عالم مثال سے صورت مثالیہ عالم شہادت کی طرف اپنی کمال قدرت کے ساتھ منتقل فرمادیتا ہے اور اسی عالم مثال کی بناء پر آن واحد میں مقامات متعددہ پر موجود ہونے کی یہ کرامت بکثرت اولیاء اللہ سے مشہور ہوگئی اور شاید اللہ تعالیٰ موت کے لئے آخرت میں عالم مثال سے عالم شہادت کی طرف ایک صورت مثالیہ حاضر فرمائے گا۔ پھر اسے ذبح کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جنتیوں اور دوزخیوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ خلود ہے موت نہیں۔ یہی تاویل حشر، اسلام، ایمان، قرآن، اعمال، امانت، رحم اور ایام

دنیا کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ بکثرت احادیث صحیحہ اس پر ناطق ہیں۔ جن کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بدور سافرہ میں کہا اعمال اور معانی سب مخلوق ہیں۔ اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ہم ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتے ارباب حقیقت نے اس بات پر نص کی ہے۔ کہ منجملہ انواع کشف کے وقوف حاصل کرنا ہے حقائق معانی پر اور ان صورتوں کے ادراک پر جو اجسام کی سی صورتیں ہوں اور احادیث کثیرہ اس کیلئے شاہد ہیں انتھٰی ! اور یہ قول امام سیوطی کا ہے جس کے ذریعہ انہوں نے عالم مثال کی حکایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

ان تمام عبارات سے عالم مثال کا وجود اظہر من الشمس ہو گیا اور یہ بات واضح ہو گئی کہ موجودات عالم مثال وجود واقعی رکھتے ہیں اور وہ انواع کائنات میں سے ایک نوع ہیں۔ نیز یہ کہ جو چیز عوالم ثلثہ میں بیک وقت موجود ہوگی اس کا وجود تینوں میں سے کسی عالم کے وجود کا غیر نہ ہوگا۔ لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام جو مقامات متعددہ پر دیکھے گئے ان سب کا وجود ہر جگہ وجود واقعی ہے اور وہ ان کا غیر نہیں بلکہ عین ہے۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث لا یترکون فی قبورهم بعد اربعین لیلة کے متعلق امام بیہقی سے نقل کیا ہے:

قال البیهقی ان صح فالمراد انهم لا یترکون یصلون الا هذا المقدار و یکونون مصلین بین یدی اللّٰه (زرقانی جلد پنجم)

بیہقی نے کہا اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کی مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اس عرصہ معینہ کے بعد نماز پڑھنے کیلئے نہیں چھوڑے جاتے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں نماز پڑھتے ہیں۔

بہرحال معترضین کے شبہات محدثین وعلماء محققین کی تصریحات کی روشنی میں لغو اور بے بنیاد ہیں۔ ہمارے اس جواب میں دوسرے اعتراض کا جواب بھی آگیا۔ جس کو

دوبارہ لکھنا تطویل لا طائل ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب

رہا تیسرا اعتراض تو ہم پوچھتے ہیں کہ معترض کو ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کے اعلیٰ علیین میں ہونے کا علم قطعی کس دلیل سے حاصل ہوا۔

جب دلائل سے ہم نے ثابت کر دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ارواح مقدسہ ابدان شریفہ میں ہونے کے باوجود اپنی روحانی قوت اور طاقت تصرف کی بناء پر اعلیٰ علیین سے بھی اس طرح متعلق ہیں کہ گویا وہ وہاں موجود ہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے مسلک پر پھر بھی کوئی زد نہیں پڑتی۔ اس لئے کہ جب اجسام مقدسہ کا امکنہ متعددہ میں ہونا باہمی غیریت کو مستلزم نہیں تو روح اقدس کے لئے تو بطریق اولیٰ یہ بات ماننی پڑے گی اور اس میں شک نہیں کہ ارواح مقدسہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ابدان مبارکہ میں موجود ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ علیین میں موجود ہیں۔ غیر مرئی پر مرئی سے دلیل لانا اور ایک عالم پر دوسرے عالم کا قیاس کرنا صحیح نہیں۔

موت وحیات کا فلسفہ

ہم نے کائنات کا جہاں تک مطالعہ کیا اور جس قدر دُنیا کے خشک و تر گوشے کو دیکھا' از آدم تا ایں دم ایک عجیب مشاہدہ سامنے آیا کہ ہر شخص اپنے وجود خاکی میں رمق حیات لے کر مادی عالم کی خوبصورتی و دلکشی میں گم، عجائبات کائنات سے لطف اندوز ہو رہا ہے، آنکھیں محو حیرت ہیں، خود اس کا دنیا میں وجود بھی حرکت میں ہے، دل میں دھڑکن ہے، اعضاء و جوارح میں گرم خون کی آمیزش ہے اور اس طرح وہ اپنی کشتء حیات تجربات کے سمندر میں بڑھائے جا رہا ہے۔ آخرش ہمیں اس وجود خاکی کی ایک منزل بالکل برعکس نظر آئی۔ ہم نے دیکھا کہ اس کی وہی آنکھیں جو کچھ برسوں پہلے محو

حیرت تھیں اب خاموش ہیں، وہی حرکت خیز وجود مکمل سکون و خاموشی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، دل وہی ہے مگر دھڑکن سے بے نیاز ہے۔ تمام اعضاء و جوارح وہی ہیں مگر گرم خون کی آمیزش نہیں، اس کا پورا وجود بالکل سرد پڑا ہوا ہے۔ تفتیشی فکر نے حل تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ کل تک جو وجود زندگی سے تعبیر ہو رہا تھا اور زندہ کہلا رہا تھا آج موت سے ہمکنار مردہ کہلا رہا ہے، اس منزل پر آ کر موت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا ہے اور حیات فانی ساتھ چھوڑ کر رخصت ہو گئی ہے... مجھے بہت تعجب ہوا کہ زندگی اور موت اسی کو کہتے ہیں...؟! اگر مادی نقطۂ نگاہ سے جب تک دل کام کرے، اعضاء و جوارح میں خون کی گردش ہو اور جسم خاکی میں حس و حرکت کا سلسلہ باقی رہے تو کہا جاتا ہے کہ انسان زندہ ہے لیکن یہ سلسلہ ختم ہوتے ہی متذکرہ چیزیں اس کی موت اور عدم حیات کی قطعی و یقینی دلیل بن جاتی ہیں۔ مگر دین اسلام کا غائرانہ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں موت وحیات کا فلسفہ دنیاوی اور مادی زاویۂ نگاہ سے بہت مختلف ہے اس میں بعض ایسے افراد ہیں جو طبیعاتی اعتبار سے تو زندہ ہیں مگر حقیقتاً ان کا شمار مردوں میں ہوتا ہے ... اسی کے برعکس کچھ ایسے بھی ہیں جو ظاہراً تو مردوں کی فہرست میں ہیں لیکن درحقیقت وہ زندہ و جاوید ہیں، ان کا نام نامی، شخصیت و کردار، اور امتیازات و خصوصیات بنی نوع بشر کے سطح ذہن پر ابھرتے رہتے ہیں، نہ صرف یہ کہ ان کی حیات کے نقوش بلکہ موت کی آغوش میں ابدی نیند کا طریقہ بھی قرطاس ذہن پر ابھرتا رہتا ہے۔ یہ مادی اور معنوی دونوں زاویۂ نگاہ کے اختلاف و افتراق کی ایک خاص وجہ ہے چونکہ مادی اعتبار سے صرف حرکت وجود کو حیات تسلیم کیا گیا ہے، چاہے اس میں ذرہ برابر اچھائی ہو یا نہ ہو ... لیکن معنوی اعتبار سے اسلام اور قوانین اسلام کا نظریہ اس سے مختلف ہے اس لئے کہ اس میں انسانی زندگی اور اس کی شخصیت روحانی اقدار پر منحصر ہے یعنی اگر وجود فائدہ مند ہے تو حیات اور اگر بے فائدہ ہے تو عدم حیات یعنی موت ہے۔

اصل حیات کیا ہے؟

کسی مذہب وملت سے تمسک اختیار کرنا اصل زندگی کی پہلی پہچان ہے، اگر کوئی شخص بے دینی اور لا مذہبیت کی زندگی گزار رہا ہے تو اسے مردہ تصور کیا جاتا ہے اس لئے کہ نہ اس کی کوئی روش ہوتی ہے اور نہ اس کا انداز واسلوب ہی ایسا ہوتا ہے جو زندگی میں ایک مستقل راہ کا تعین کر سکے، اس کی زندگی بد نظمی کا شکار ہو کر اصل حیات سے منحرف ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید اس سلسلے میں واضح نشاندہی کرتا ہے:

(یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم...)

اے ایمان لانے والو! خدا اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس امر کی دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔

اس آیۂ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ مذہب اسلام دراصل زندگی اور حیات کی دعوت دیتا ہے، روحانی حیات، مادی حیات، ثقافتی حیات، اقتصادی حیات، سیاسی حیات اور اپنے حقیقی وواقعی مفہوم کے ساتھ اخلاقی واجتماعی حیات ... اسلام کی ہر دعوت ہر اعتبار اور ہر لحاظ سے مکمل طور پر حیات اور زندگی کی ایک دعوت ہے۔ اس مقام پر اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اسلام کا اصلی ہدف اور مذہب کا واقعی مقصد کیا ہے تو اس کا جواب بہت آسانی سے دیا جا سکتا ہے کہ اس کا ہدف ومقصد تمام جہات زندگی میں رمق حیات عطا کرنا ہے، اسلام کی دعوت، زندگی کے ہر موڑ پر حیات کا پتہ دیتی ہے .. اس تناظر میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ . کیا طلوع اسلام اور نزول قرآن سے پہلے لوگ مردہ تھے، ان کی زندگی کیا حقیقی معنوں میں زندگی نہیں تھی...؟ یقیناً وہ لوگ اس زندگی سے محروم تھے جو قرآن اور اسلام عطا کرنا چاہتا ہے ... آپ اہل عرب کی تاریخ حیات اٹھائیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ان کی روش زندگی واقعی قابل تعریف نہیں تھی۔ ہاں! قابل مذمت ضرور تھی۔ ان کے یہاں قرآن کی وہ حیات آفرینی نصیب نہیں تھی جو باعث فخر و

مباہات ہو لیکن شرم سے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا مقام ضرور تھا، کیا اپنی لخت جگر کو زندہ درگور کر دینا زندگی ہے؟ نہیں؛ بلکہ انسانیت کی واقعی موت کے مترادف ہے، اسے تو زندگی کا نام دینا بھی زندگی کی توہین ہے۔ کیا جنگ وجدال، قتل وغارت گری اور خونریزی پر اپنی بیش بہا زندگی کو نچھاور کر دینا حیات ہے؟ نہیں بلکہ حیات کے نام پر حیات کا خون کرنا ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگ اگر چہ مادی اور حیوانی زندگی کے حامل تھے لیکن انسانی اور عقلی زندگی سے کوسوں دور تھے ایسے میں جب قرآن جیسی مقدس کتاب آئی اور اسلام جیسا مکمل دین آیا اور جب اس نے حیات وزندگی کی دعوت دی تب کہیں جا کر ان کی صحیح اور واقعی حیات کا آغاز ہوا۔ حیات کی رعنائیوں کے لئے دعوت اسلام اور دعوت قرآن سب سے پہلی پہچان ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ حیات کی تمام جہات صرف دعوت اسلام قبول کر لینے سے حاصل ہو جاتی ہیں بلکہ اسلام کے چند اصول و دستورات ایسے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہونا ہی زندگی سے بھرپور حیات کی جانب اشارہ ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

فاعملوا و انتم فی نفس البقا والصحف منشور والتوب مبسوط اعمال بجالاؤ جبکہ تم زندگی کی فراخی اور وسعت میں ہو، تمہارے اعمال نامے کھلے ہوئے ہیں اور دامن توبہ پھیلا ہوا ہے۔ 2)) ممکن ہے کہ زندگی کے کسی موڑ پر گناہوں کی وجہ سے لغزش آ جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان بالکل مایوسی کی چادر اوڑھ کر خاموش بیٹھا رہے کیونکہ اصل حیات حاصل کرنے کے لئے خدا کی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس کی رحمت سے گنہگاروں کو امید دلائی جا رہی ہے، قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور عرصہ حیات تنگ ہو جائے... اس وقت بھی سنہرا موقع بن کر توبہ واستغفار کا دروازہ کھلا رہتا ہے اسے بند نہ ہونے دے ...**والمسیئی یرجی قبل ان یحمد العمل و ینقطع المھل و ینقضی الاجل، بسد التوب** ۔3)) گویا زندگی کی شاہراہ میں اصول وضوابط پر عمل پیرا ہونا سرفہرست ہے چونکہ اسلام

ایک مکمل نظام حیات ہے اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ زندگی کے کسی مرحلے پر عدم حیات کا تصور ذہن انسانی پر نہ ابھرے، اسی لئے اس نے اصول کے طور پر اعمال و عبادات کا نفاذ کیا تا کہ حیات کے متمنی اس دائرے میں داخل ہو کر مقصد سے ہمکنار ہوتے رہیں۔لیکن کچھ لوگ ان اعمال وعبادات کے سلسلے میں غلو کے شکار ہو گئے اور انہوں نے قوانین اسلام سے ہٹ کر اپنے سطحی ذہن کے اعتبار سے عمل کرنے کی کوشش کی، نتیجہ میں سنورنے کے بجائے مزید بگڑتے گئے۔ایک مرتبہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی علاء الدین زیاد حارثی کے یہاں عیادت و مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے، آپ نے چند نصائح کئے جس میں امور دنیا کو موضوع بنایا اور زندگی گذارنے کے سلیقے بھی بتائے۔آخر میں علاء ابن زیاد حارثی نے کہا: یا امیر المومنین! مجھے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی آپ سے شکایت کرنی ہے۔حضرت نے پوچھا: کیوں اسے کیا ہو گیا ہے؟ علاء الدین نے بہت تاسف سے کہا: اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور زندگی سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے۔تو حضرت نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔وہ آیا تو آپ نے فرمایا: اے اپنی جان کے دشمن! تمہیں شیطان خبیث نے بھڑکا دیا ہے۔تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا! اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے اگر تم انہیں نہیں کھاؤ یا نہیں برتو گے تو اسے ناگوار گذرے گا۔تم اللہ کی نگاہ میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے۔(4) ان نصائح نے اصول حیات کی نشاندہی بڑے اچھے انداز میں کی ہے۔اصل میں زمانہ قدیم کے کچھ لوگ جو رہبانیت پرست ہوتے تھے، وہ اعمال وعبادات کے متعلق بڑا عجیب نظریہ رکھتے تھے، چنانچہ وہ لوگ زہد میں زندگی بسر کرنے کے لئے شہروں اور بستیوں سے نکل کر جنگلوں، پہاڑوں اور غاروں میں باقاعدہ سکونت اختیار کر کے اپنے خیال میں اللہ سے لو لگانے کا باطل مفروضہ رکھتے تھے، اگر کسی راہ گیر کی نگاہ پڑ گئی تو وہ اپنا بچا کچا ساز و سامان دے دیتا تھا جسے کھا کر وہ پھر سے اپنی

ذات میں گم ہو جاتے تھے۔حالانکہ زندگی اور اصل حیات اسے نہیں کہتے کیونکہ اسلام کا اعتدال پسندانہ مزاج اس طرح کی خانقاہی زندگی سے سازگار نہیں ہے۔وہ روحانی ترقی کے لئے دنیاوی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھا لینے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ اس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ مسلمان دیگر آسائش حیات چھوڑ کر ہم جنسوں سے علیحدہ ہو کر تنہائی اور روپوشی کی زندگی بسر کریں، اور صرف عبادت میں لگے رہیں۔اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف چند اعمال تک محدود نہیں بلکہ اسلام نے جائز اور حلال ذریعۂ معاش سے روزی کی تلاش اور باہمی سکون و ہمدردی اور تعاون کو بھی عبادت کا ایک اہم جز قرار دیا ہے۔اگر انسان دُنیاوی حقوق و فرائض کو فراموش کر دے، اہل و عیال کی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو جائے، کسب معاش کی فکر سے مستغنی ہو جائے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ مقصد حیات کو پورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی برباد کر رہا ہے۔ظاہر ہے اگر خدائے لاشریک کو صرف گوشہ نشین عبادت گذار پسند ہوتے تو دنیا کو آباد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔صرف عبادت کے لئے فرشتے کافی تھے۔انسانوں کو بھیجنے کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ وہ تمام جہات حیات کو سامنے رکھ کر صحیح اور حقیقی زندگی بسر کریں۔معاشرتی ہجوم میں گھرے رہ کر وحدہ لاشریک کو یاد رکھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔

مردہ زندگی

حقیقت یہ ہے کہ زندگی اور حیات خدا کی عطا کردہ ایک بہترین نعمت ہے، اس کا واقعی احساس و ادراک انتہائی شاداب اور لطیف ترین ہے لیکن انہیں کے لئے جو حقیقی طور پر ادراک اور محسوس کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں، وہ تو زندگی کے حرف اول سے بھی واقف نہیں جو اس کے مقاصد سے بے نیاز ہو کر گزر بسر کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، ایسا شخص زندہ نہیں بلکہ زندگی کے نام پر چلتی پھرتی ایک متحرک لاش ہے جس کا کوئی مصرف نہیں اور نہ ہی کوئی فائدہ ہے۔۔۔۔ایک شخص ظاہری طور پر باحیات ہے لیکن وہ نفسانی خواہشات میں ایسا مست و مگن ہو چکا ہے کہ کسی منادیٔ حق کی آواز اس کی سماعت

کے کسی گوشے میں نہیں ٹھہرتی، اس کی زندگی فقط لطف اندوزی کا محور ہے۔ نہ تو وہ کسی مظلوم کی فریادرسی کرتا ہے اور نہ ہی کسی بے نوا کے چہرے کی طرف دیکھنا گوارا کرتا ہے۔ اور نہ ہی عالم ہستی میں خدا کی نشانیوں اور آیات پر غور کرتا ہے۔ حتی اپنے ماضی و مستقبل پر بھی ایک لحظہ کے لئے نہیں سوچتا ہے کہ ہم کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے۔ ایسے شخص کی زندگی کو اسلام زندگی نہیں بلکہ موت سے تعبیر کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن آواز دے رہا ہے: اے پیغمبر ﷺ نہ تو اپنی باتیں، اسلام کے اصول وقوانین ان مردوں کے کانوں تک پہونچا سکتے ہو اور نہ ہی ان بہروں کو بلا سکتے ہو۔ جب وہ منہ پھیر کر پیچھے کی طرف لوٹ جائیں:(انك لا تسمع الموتى ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرين۔۔۔)۔5)) خداوند عالم قرآن مجید میں اپنے محبوب نبی ﷺ کو مخاطب کر کے یہ کہنا چاہتا ہے کہ اے محبوب ! آپ کے مخاطب تو زندہ لوگ ہیں، جن میں زندہ، بیدار اور حق طلب روح پائی جاتی ہے، جن میں معاشرتی زندگی کو بحسن وخوبی اور بے داغ بسر کرنے کی امنگ پائی جاتی ہے۔ جن میں ظالم کے خلاف احتجاج کی صلاحیت اور مظلوم و بے کس کے لئے ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے۔ .. لیکن آپ تو ایسے لوگوں کو مخاطب کر رہے ہو جو زندہ نما مردے ہیں جن کے اندر رمق حیات تو ہے مگر باعث سکون واطمینان نہیں، تعصب، ضد اور گناہوں پر اصرار نے ان سے ان کی سوچ اور فہم وفراست کو پوری طرح سلب کر لیا ہے جن کے دائرہ میں آ کر انہوں نے اپنی حیات کو موت کی وادی میں داخل کر لیا۔ قرآن مجید کہتا ہے: اور نہ تم اندھوں کو گمراہی سے نجات دے سکتے ہو...(ولا انت بهادى العمى عن ضللتهم۔۔۔)۔6)) اے محبوب !ان کی آنکھوں کی حیات آفرینی وبصارت رخصت ہو چکی ہے۔ جس طرح مردے نہ کسی کی آواز سنتے ہیں اور نہ ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، ویسے ہی یہ لوگ ہیں، کیا تم ایسے لوگوں کو نجات کی طرف دعوت دے رہے ہو؟ تمہارا دعوت دینا ایسے لوگوں کے لئے بیکار ہے ان کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں ان کو ان کے ناگفتہ بہ حال پر چھوڑ دو۔ ان بے ضمیر لوگوں کے حال

کی توضیح میں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں :ان ابغض الخلائق الى الله رجلان، رجل وكله الله الى نفسه فهو حائر قصد السبيل، مشغوف لكلام بدع و دعا ضلال ورجل قمش جهلا موضع فى جهال الام عاد فى اغاش الفتن عم بما فى حق لهدانه عالم ہستی میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض اور بدترین دو طرح کے لوگ ہیں: ایک وہ شخص جسے پروردگار عالم نے اسی کے حال پر چھوڑ دیا ہے اور وہ درمیانی راستہ سے ہٹ گیا ہے صرف بدعت کا دلدادہ ہے اور گمراہی کی دعوت پر فریفتہ ہے، دوسرے وہ جس نے جہالتوں کو سمیٹ لیا ہے اور انہیں کے سہارے جاہلوں کے درمیان دوڑ لگا رہا ہے، فتنوں کی تاریکیوں میں دوڑ رہا ہے اور امن وصلح کے فوائد سے اکثر غافل ہے۔ 7))
چونکہ جاہل انسانوں کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ خدا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے اور وہ جو چاہیں کریں، ان پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو حالانکہ درحقیقت یہ بدترین عذاب الٰہی ہے۔ اگر خدا کسی کے ساتھ ایسے سلوک کا ارادہ کرے تو گویا اس نے اس کے لئے اس کی حیات ہی میں ایک بدترین عذاب کا انتخاب کر دیا ہے، ایسے میں وہ اپنی زندگی میں وہ مقام ومنزل نہیں پا سکتا جو اسے ملنی چاہئے۔ درحقیقت انسان کی فلاح و بہبودی اسی میں پوشیدہ ہے کہ اسے مالک اپنے ہی رحم وکرم کے سایہ میں رکھے ورنہ اگر اس نے توفیقات کو سلب کر کے انسان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تو لمحوں میں فرعون، قارون، یزید... کچھ بھی بن سکتا ہے جو زندگی بھر جیتے جی موت سے ہمکنار تھے، اس لئے کہ خدا نے انہیں زندگی ہی میں عجیب عذاب میں مقید رکھا۔

حیات بعد از موت

یہ بات حق وصداقت پر مبنی ہے کہ ہر انسان ایک نہ ایک دن ساحل مرگ سے ہمکنار ہوگا اس لئے خداوند عالم نے اپنی ابدآثار کتاب قرآن مجید میں بہت واضح انداز

میں ذہن انسانی کو متوجہ کیا ہے کہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔(**کل نفس ذائقۃ الـمـوت**)۔ اگر چہ کائنات فنا میں بہت سے ایسے افراد ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کے دماغ سے موت اور فنا کا تصور ختم ہو جائے مگر یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اگر ہم اسے فراموش بھی کر دیں، موت کے وحشت ناک تصور سے چھٹکارا بھی پالیں تب بھی وہ ہمیں نہیں بھلائے گی۔ اس دُنیا کی زندگی آخر کار ختم ہونا ہی ہے اور پھر مجبوراً ہی سہی لیکن اس جہاں سے رخت سفر باندھنا ہی پڑے گا۔ اس دنیا سے جانے والوں میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں: ایک وہ جو بہت خاموشی سے کوچ کر جاتے ہیں، ان کی موت کچھ عرصہ بعد نہ کسی کو یاد رہتی ہے اور نہ ان کی شخصیت ذہن میں محفوظ رہتی ہے اس لئے کہ انہوں نے اپنی چندروزہ حیات کو اس طرح بسر نہیں کیا کہ اس کے نقوش سطح ذہن پر اس کی موت کے بعد ابھرتے اور پھیلتے رہیں، انہوں نے زندگی برائے زندگی گذاری اور چلے گئے۔ لیکن قابل صد تعریف ہیں ایسے لوگ جو مرنے کے بعد بھی اپنی زندگی کے ایسے آثار چھوڑ گئے جو آج تک دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے نادر افکار اور بتائے ہوئے راستے دنیا والوں کے لئے اسوہ، نمونہ اور بہترین راہنمائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاریخ عالم و آدم کا غائرانہ مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بہت سی نامور اور بے مثل و نظیر شخصیتیں آئیں اور اپنی زندگی کے نقوش قائم کر گئیں جن کی وجہ سے وہ پس مرگ بھی زندہ ہیں۔ ان میں کوئی اپنی عدالت کی وجہ سے زندہ ہے تو کوئی اپنی سخاوت و بخشش کی وجہ سے کائنات حیات کے افق پر چھایا ہوا ہے ... آپ نوشیروان عادل کی سوانح حیات اٹھائیں تو آپ کو مادی تاریخ نویسوں کے قلم کا عادل شخص نوشیرواں نظر آئے گا اگر چہ وہ افسانوی دنیا کی شہرت خیز عدالت کا مثالی کردار ہے مگر چونکہ اس نے اپنی عدالت کا سکہ اپنی حیات میں جمایا تھا۔ لہٰذا تاریخی خاکوں میں آج بھی زندہ ہے اور اس کی موت کے ہزاروں برس بعد بھی اس کی عدالت کا چرچہ زبان زد خاص و عام ہے چنانچہ شیخ سعدی کہتے ہیں:

زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیروان نماند

یہی حال حاتم طائی کی سخاوت کا ہے، اس نے اپنی حیات میں حقوق الناس کا خیال کرتے ہوئے اپنے وجود سے چند لوگوں کو خوش و خرم رکھا اور اپنی حیات کو مفید بناتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گیا اس کی یاد آج بھی اسی طرح تر و تازہ ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید نے حیات بعد از موت کا جو فلسفہ پیش کیا ہے وہ دنیاوی نقطہ نگاہ سے مختلف ہے چنانچہ خدائے لاشریک حیات بعد از موت کا عظیم اور بہترین نمونہ پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون

یہ گمان ہرگز نہ کرنا کہ جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے ہیں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کی حیات کی سب سے عمدہ دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔(9)

عام طور سے رزق کا جو مفہوم شہرت یافتہ ہے وہ یہ کہ مرزوق وہی ہو گا جس کے جسم میں رمق حیات ہو گی اور جو لوگ زندگی کی شاہراہوں پر محو سفر ہوں گے، بے جان اور مردوں کے متعلق ایسا یقین رکھنا معاشرے میں احمق بنانے کے لئے بہر حال کافی ہے۔ مگر قرآن جیسی ابدآثار کتاب میں خدا نے موت کے بعد حیات کا بڑا عجیب فلسفہ بیان کیا کہ صرف یہ خیال کر لینا کافی نہیں ہے کہ شہدائے راہ خدا زندہ ہیں بلکہ ان کی زندگی اس لئے بھی مدلل ہے کہ وہ اپنے خدا کی جانب سے رزق پاتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر شہدا کی حیات بعد از موت کو مزید وسعت دی گئی، یہاں شدت پیدا کرتے ہوئے تمام انسانوں کو یوں مخاطب کیا گیا:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ، ولکن

لاتشعرون ۔

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (کنزالایمان)

یعنی اللہ کی راہ میں مرنے والوں کو مردہ نہ کہو وہ تو زندۂ جاوید ہیں۔ چونکہ تم مادی ذہن رکھ کر پرکھنے کی کوشش کر رہے ہو اس لئے تمہیں ان کی زندگی کا واقعی شعور وادراک نہیں ہے۔

ان تمام باتوں سے ہٹ کر بھی دین اسلام میں بہت سے ایسے شواہد موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں حیات بعد از موت کا عقیدہ مسلم ہے، چاہے وہ برزخ کی زندگی سے ہی کیوں نہ مربوط ہو، لیکن تعجب تو ان بعض بے خبر لوگوں پر ہوتا ہے جو رسول کریم روف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک کے لئے بھی حیات بعد از موت کے قائل نہیں، یعنی انہیں بھی مردہ تسلیم کرتے ہیں اور آپ کو وسیلہ نہ ماننے کے لئے ان کی ایک دلیل یہی پیش کرتے ہیں کہ مردوں کو وسیلہ نہیں بنانا چاہئے، وہ کہتے ہیں کہ وہ تو مر چکے ہیں اور مردے کوئی بھی کام نہیں کر سکتے ... حالانکہ اس باطل عقیدے کی تردید خود انہیں کے دوسرے گروہ کے عقیدے سے ہوتی ہے جس میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کردی گئی ہے کہ وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح سے برزخی زندگی ہے۔ یہ زندگی حیات شہدا سے بھی بڑھ کر ہے جس کے بارے میں قرآن مجید نے توضیح کردی ہے حتی وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے اس سلام کو بھی سنتے ہیں جو لوگ آپ پر بھیجتے ہیں ....

مستند احادیث کی کتب میں اس بارے میں بہت سی روایات موجود ہیں جو اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور محبوبان خدا اولیاء کرام ان لوگوں کے سلام سنتے ہیں جو دور یا نزدیک سے آپ پر بھیجتے ہیں اور وہ حضرات سلام کا جواب بھی دیتے ہیں جس سے حیات بعد از موت کی واضح ترین نشاندہی ہوتی ہے... جنگ بدر

کے بارے میں صحیح بخاری میں ایک حدیث میں یوں مرقوم ہے : کفار کی شکست اور جنگ کے خاتمے کے بعد رسول اللہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے جہاں مشرکین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں، آپ نے انہیں نام لیکر پکارا اور فرمایا کیا بہترین تھا کہ تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟ جو وعدہ ہم سے خدا نے کیا تھا اسے تو ہم نے پالیا کیا تم نے بھی اپنے پروردگار کے وعدے کو پالیا ہے۔ اس موقع پر جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسے جسموں سے ہم کلام ہیں، جن میں روح نہیں ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

والذی نفس محمد بیده ماانتم بأسمع لما اقول منهم

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ 12)

ان باتوں کی وضاحت حضرت علی المرتضٰی کے قول بھی ہوتی ہے چنانچہ نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ آپ جنگ صفین سے لوٹ رہے تھے۔ واپسی پر کوفہ کے قبرستان سے گذرے، یہ قبرستان شہر سے باہر تھا، آپ نے قبروں کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

یا اهل الدیار والموحش. والمحال المغفر والقبور والمظلمه یا اهل التبته یا اهل الغرب یا اهل الوحد یا اهل الوحش، انتم لفافرط سابق و نحن لکم تبع لاحق، اما الدور فقد سکنت، واما الازواج فقد نکحت واما الاموال فقد قسمت هذا خبر ما عندنا فما خبر ما عندکم؟

اے وحشت کے گھروں، اے خالی مکانوں، اور تاریک قبروں میں رہنے والو!، اے خاک نشینو!، اے مسافرو!، اے تنہائیوں میں رہنے والو ! اور اے اہل وحشت! تم اس راستے پر ہم سے پہلے چلے گئے ہو ہم بھی آملیں گے، اگر تم دنیا کی خبر پوچھتے ہو تو وہ یہ ہے کہ تمہارے گھروں میں دوسرے آبسے ہیں تمہاری بیویاں اوروں سے بیاہ دی گئی ہیں اور تمہارے مال تقسیم ہوگئے ہیں۔

پھر آپ اپنے احباب کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا :

ثم القفت الی اصحابه فقال اما لو اذن لهم فی الکلام لأ خبر و کم انّ خیر الزاد التقوی

اگر انہیں بات کرنے کی اجازت ملے تو یقیناً تمہیں بتائیں کہ اس سفر کے لئے بہترین زادِ راہ تقوی ہے۔ 13)

ایسا نہیں ہے کہ ان تمام باتوں کو مجاز اور کنایہ پر محمول کیا جائے گا بلکہ یہ تمام باتیں اس حقیقت کی خبر دیتی ہیں کہ موت کے بعد ایک برزخی زندگی ہے اور اس دور میں بھی انسان ادراک رکھتا ہے نیز اگر مردوں کو بات کرنے کی اجازت دی جائے تو وہ بات بھی کریں گے ... اس کے علاوہ بھی ائمہ اطہار نے مختلف مقامات پر حیات بعد از موت کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی ہٹ دھرمی کرتے ہوئے انکار کرے تو اسے تعصب اور ضد کا نتیجہ تو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس سے حق وحقانیت میں تبدیلی نہیں آسکتی۔

حیات النبی کے حوالہ سے یہ مختصر سا رسالہ فقیر نے تحریر کیا تا کہ ہمارے عوام اس کو با آسانی لیکر پڑھ سکیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زندگی شان والی موت ایمان نصیب فرمائے......آمین!

بحرمت سید الانبیاء والمرسلین صلیٰ اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین ....فقط

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

جامعہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد

بہاولپور پنجاب پاکستان